

# جامع التواريخ

۱۳۶۲ھ

نقش سوم فرن تارخ گوئی

۱۹۴۳ء

بندہ بینو احمد حسن قادری نقشبندی جماعتی پھرا یونی

۱۹۴۳ء

۱۹۴۳ء



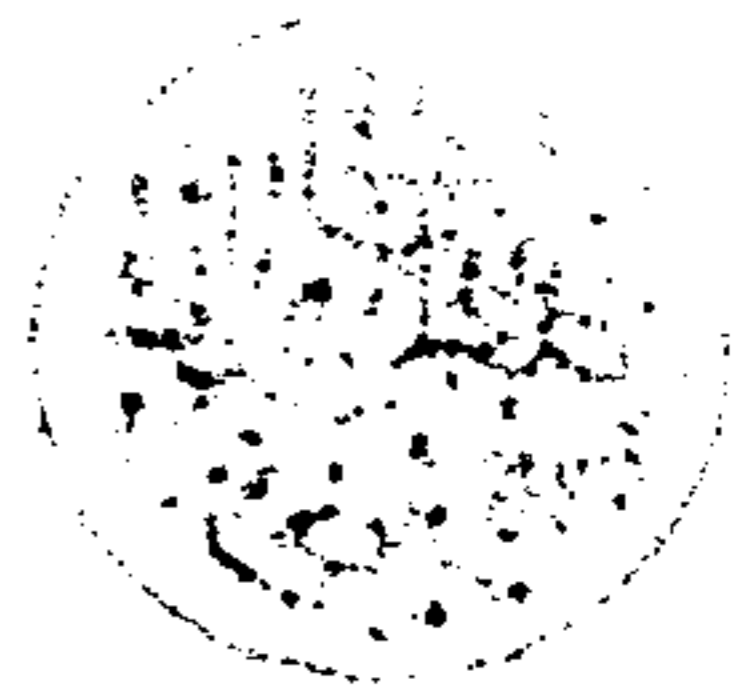
بکس انٹرنیشنل

لندن

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi  
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ  
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ





# جامع التواريخ

۱۳۶۲ھ

نقش سوم فن تاریخ گوئی

۱۹۴۳ء

از

بندہ بینوا حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی پھرا یونی

۱۹۴۳ء

لکچرار، ادب فارسی و اردو، سینٹ جانس کالج، آگرہ

۱۹۴۳ء

بِسْمِ تَبْرَكَ وَتَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ



BOOKS INTERNATIONAL  
UK

بکس انٹرنیشنل

لندن



© خالد حسن قادری (لندن)

136786

نام کتاب	:	جامع التواریخ
تصنیف	:	مولانا مولوی حامد حسن صاحب قادری
سال طباعت	:	۲۰۰۰ء
بہ اہتمام	:	افضال الرحمن
مطبع	:	لبرٹی آرٹ پریس (مالک مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) نئی دہلی
برائے	:	بکس انٹرنیشنل - برطانیہ
قیمت	:	90/- روپے
تعداد	:	500

ملنے کے پتے

1. Books International (U.K.)  
27 Nant Road, London. NW2-2AL
2. Afzalur Rahman, 272, Jamia Nagar, New Delhi-110025
3. M/S Maktaba Jamia, Jamia Nagar, New Delhi-110025

## شمار تواریخ جلد ہذا

<u>شمار تواریخ</u>	<u>مادہ تاریخ کے آخری الفاظ</u>	<u>صفحہ</u>
۱۰۰	عروس سخن	۲۸
۱۰۰	فرحت ہے	۴۴
۱۰۰	باغ جناں میں	۶۷
۱۰۰	تلاش تواریخ	۸۸
۱۰۰	تاج آفاق	۱۰۶
۱۰۰	بُرہنہ	۱۳۷
۳	انسانیت ہے	۱۴۰
<hr style="width: 50%; margin: 0;"/> ۶۰۳		

نوٹ: اس جلد میں جو آیات قرآنی کی تاریخیں الگ درج ہیں وہ اس شمار میں شامل نہیں ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیباچہ دستور التواریخ

۱۹۲۳ء

یعنی

فصل تارخ گوئی حامد حسن قادری

۱۹۲۳ء

تاریخ گوئی علم و ادب کا ایک عجیب لطیفہ ہے۔ مسلمانوں کی ایجاد اور عربی، فارسی، اردو کے ساتھ مخصوص۔ اگرچہ حروف تہجی کے اعداد مسلمانوں کیا، عیسائیوں سے بھی پہلے کے ہیں، لیکن ان اعداد سے یہ کام لینا جس کو ”تاریخ گوئی“ کہتے ہیں اور اس کو ایک مستقل با اصول فن بنا دینا، مسلمانوں کے شوق بلاغت طرازی اور شغف انشا پردازی کی اختراع بدیع کے علاوہ ان کی فرصت بے نہایت کی بھی یادگار ہے۔ آدمی مجھ جیسا بے کار ہو تو تاریخیں کہا کرے۔ تاریخ گوئی سے زیادہ محنت اور کم نفع کا مشکل سے کوئی دوسرا مشغلہ علمی نکل سکے گا۔

مجھے لڑکپن سے تاریخ گوئی کا شوق ہے اور اب اس مشغل کو چالیس برس سے زیادہ ہو گئے کئی ہزار تاریخی مادے نکالے ہوں گے، جن میں سے ڈیڑھ ہزار کے قریب دو مجلد قلمی بیاضوں میں ترتیب سنین کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔ یعنی:



بیاض اول ”دفتر التوارخ“ (از ۱۹۰۱ء تا ۱۹۳۷ء) میں ۹۰۰ تاریخیں

۱۹۰۱ء ۱۳۱۸ھ ۱۳۵۵ھ

بیاض ثانی ”میزان التوارخ“ (۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۲ء) میں ۵۳۵ تاریخیں

۱۳۵۶ء ۱۳۶۱ھ

۹۰۰ + ۵۳۵ = ۱۴۳۵ تاریخیں

ان میں صد ہا تاریخیں قطعات میں منظوم و مرتب ہیں اس تفصیل سے:

بیاض اول میں ۲۵۳ قطعے

۶۲۸

بیاض ثانی میں ۱۷۵ قطعے

قطعہ میں کم سے کم دو شعر کا قطعہ ہے۔ بہت سے قطعے ۱۰ سے ۲۵ شعر تک ہیں۔ چند نظمیں ۳۰ یا زیادہ اشعار کی ہیں۔ اقبال کی چند تاریخیں ایک طویل مثنوی میں نظم کی ہیں، جس کے ۷۰ کے قریب شعر ہیں۔

میری تاریخوں میں بعض تاریخ گوئی کے لطائف و صنایع ہیں، بعض عجیب واقعات کی عجیب تاریخیں ہیں، بعض فی البدیہہ تاریخیں ہیں۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ بیاض اول کے دیباچہ میں کر دیا ہے۔

اس وقت تاریخ گوئی کی ایک خاص وضع و صنعت کا مفصل تذکرہ مقصود ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ اگر ان بیاضوں کے لکھنے کی یہی شان ہے کہ ایک بیاض پانچ چھ سال میں ختم ہو، تو ہو سکتا ہے کہ اس تیسری بیاض کے ختم ہونے سے پہلے لکھنے والا ختم ہو جائے۔

میں نے قرآن مجید کی آیات کریمہ سے اتنی تاریخیں نکالی ہیں کہ میرے علم میں کسی دوسرے تاریخ گو سے اس قدر تعداد منقول نہیں ہے۔ ان سب تاریخوں کو یہاں یکجا کرنا ہے۔

اگلے لوگوں نے بھی قرآن کریم سے یہ کام لیا ہے اور بعض ایسی تاریخیں نکالی ہیں کہ رسائی ذہن پر حیرت ہوتی ہے قدیم زمانے کا تذکرہ سنا ہے

کہ کوئی شخص جن کا نام آدم تھا حج کو گئے ان کی بیوی بھی ساتھ تھیں خوش نصیبی سے دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے کسی نے تاریخ کہی: یا آدم اسکن أنت وزوجك الجنة (۱۱۶۴ھ) سبحان اللہ! کیا تاریخ ہوئی ہے! ایسے مقام پر تو مرنے کی آرزو کیا ہی کرتے ہیں، ایسی تاریخ کے لیے بھی مر جانا چاہیے!

قرآن مجید سے تاریخ نکالنے میں بعض خاص صورتیں پیش آتی ہیں جو بظاہر اصول کے خلاف ہیں، لیکن اگلے بزرگوں نے ان کو جائز رکھا ہے، اس لیے میں نے بھی حسب ضرورت ان کا اتباع کیا ہے۔ مثلاً

(۱) کسی آیت سے پہلے واو عطف سلسلہ کلام کے سبب سے آتا ہے۔ اگر وہ آیت مع واو کے تاریخ کے لیے لے لی جائے تو عطف بے محل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تاریخ واو کے ساتھ پوری ہوتی ہے اس لیے واو کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی نے زینب النساء بیگم (بنت اورنگ زیب عالمگیر) کی تاریخ وفات کی تھی: وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (۱۱۱۳ھ)

(۲) عربی میں تائے تانیت (ة) لکھی جاتی ہے اور اس پر وقف ہو تو (ہ) بھی پڑھی جاتی ہے اس لیے اساتذہ تاریخ گوئی نے اس کو ہائے ہو زمان کر پانچ عدد لیے ہیں مثلاً امیر مینائی نے اپنے دیوان اول کے نام مِرْآةُ الْغَيْبِ میں پانچ عدد لے کر ۱۲۸۹ھ نکالے ہیں۔ لیکن بعض تاریخ گو حضرات نے اس (ة) کے چار سو عدد لئے ہیں جیسا کہ کسی نے سرسید مرحوم کی تاریخ وفات قرآن مجید سے نکالی ہے۔ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ (۱۳۱۵ھ) خود قرآن کریم میں بھی کہیں کہیں تائے تانیت کو پوری ت کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ مثلاً سورہ روم رکوع ۴ پارہ ۲۱ میں۔ فَطَرَتِ اللّٰهُ التّٰی فَطَرَ النَّاسَ عَلِيْهَا۔ صحیح الاملا فطرۃ تھا۔ لیکن مضاف ہونے کے سبب سے ت لکھی گئی۔ اسی طرح رحمت اللہ میں پوری ت لکھی ہوئی ہے۔ لیکن یہ بھی املاے قرآنی کا قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔

کلمۃ اللہ، حجة اللہ میں چھوٹی لکھی ہوئی موجود ہے۔

(۳) جن اسماء کی جمع ات کے ساتھ آتی ہے، ان میں پوری ت لکھی جاتی ہے۔ جیسے جنات یا املاے قرآنی میں جنت۔ لیکن میں نے بضرورت تاریخ، اس کے پانچ عدد لینے کے لیے جنت لکھ دیا ہے۔

(۴) قرآن شریف میں ہمزہ کے لیے کہیں شوشہ لکھا ہے کہیں نہیں لکھا۔ اولئک میں ہر جگہ شوشہ ہے۔ لیکن سورہ یوسف میں الین حصحص الحق میں ہمزہ کے لیے شوشہ نہیں ہے۔ شوشہ کی حالت میں اس کو ہی کی علامت سمجھ کر (۱۰) عدد لیے جاتے ہیں اور بغیر شوشہ کے کچھ نہیں۔ اولئک کے ۶۷ ہیں اور الین کے ۸۱۔ اگر الین لکھ دیں تو ۹۱ عدد ہو جائیں گے اور الان لکھا جائے تو ۸۲ ہوں گے۔

(۵) اسی طرح درمیانی الف کے لکھنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً مولنا۔ مولینا اور مولانا، تینوں صورتوں سے لکھ سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں مولنا کی صورت اختیار کی گئی ہے لیکن میں نے تینوں طرح لکھ کر مختلف عدد لئے ہیں۔ یا مثلاً صلحت اور صالحات۔ خلدین اور خالدین دونوں املا درست ہیں۔ یا مثلاً سورہ حجر رکوع ۳ پارہ ۱۴ میں ان عبادی لکھا ہے اور سورہ فجر پارہ ۳۰ میں فی عبدی ہے۔ اس لیے میں نے بھی ”فادخلی فی عبدی“ اور ”فادخلی فی عبادی“ دونوں سے تاریخیں نکالی ہیں اور اس طرح کی (ف) اور (و) کو کہیں رہنے دیا ہے، کہیں حذف کر دیا ہے۔

(۶) بعض آیات میں جن سے تاریخ نکالی گئی ہے، کسی عامل کے سبب سے لفظ کی ایک خاص صورت ہے لیکن وہ حرف عامل مادہ تاریخ میں شامل نہیں کیا گیا، پھر بھی اس لفظ کو بجنسہ رہنے دیا ہے ورنہ وہ آیت کا حصہ نہ رہتا۔ مثلاً ان المتقین فی ظلل و عیون و فوکیہ سے بغیر ان کے تاریخ نکالی ہے قاعدہ نحو کے مطابق ان کے نمونے کی حالت میں المتقون ہونا چاہیے۔

لیکن الفاظ قرآنی کے سبب سے یہ تصرف جائز نہیں رکھا گیا۔ اور اگر کسی جگہ یہ تغیر کر کے سنہ پورے کئے ہیں تو پھر میں اس کو قرآن کی آیت نہیں کہتا، عربی کا فقرہ کہتا ہوں۔ یہی صورت کبھی اعراب میں بھی پیش آئی ہے مثلاً میں نے ایک تاریخ نکالی ہے۔ فضله کان علیک کبیراً = ۱۳۲۹ھ (بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پارہ ۱۵) یہاں بظاہر فضل کا لام منصوب (زبر کے ساتھ) ہونے کا کوئی سبب نہیں۔ لیکن آیت میں اِنَّ فَضْلَهُ ہے میں نے اِنَّ نہیں لیا لیکن حرکت وہی قائم رکھی ہے۔

اب میں اپنی تاریخیں سنین ہجری و عیسوی کی الگ الگ ترتیب کے ساتھ درج کرتا ہوں۔

# تواریخ از کلام پاکِ ایزد

۱۳۶۱ھ

بابت

سنہ ہجری

(۱) تواریخ انتقال مولوی نظام الدین صاحب قبلہ پچھراپوئی: حَسُنَتْ مُسْتَقْرَأً = ۱۳۱۹ھ (فرقان آخری رکوع پارہ ۱۹) مرحوم میرے خاندان کے ایک بزرگ تھے۔ اتفاق سے کنویں میں گر کر وفات پائی۔ میں نے غریقِ چاہ = ۱۳۱۹ھ بھی تاریخ کہی تھی۔

(۲) تواریخ وفات مولوی محمد قاسم صاحب پچھراپوئی (عرف کلن): تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ = ۱۳۲۰ھ (قصص رکوع ۴ پارہ ۲۰) اس میں عاقبۃ کی (۴) کے ۴۰۰ عدد لئے ہیں میں نے جہاں ایسی ۴ کے ۴۰۰ لئے ہیں وہاں یہ بات لکھ دوں گا۔ باقی سب تاریخوں میں اس کو ہائے ہو زمان کرپانچ عدد شمار کئے ہیں۔

(۳) تواریخ وفات قاضی نصیر الدین صاحب چاندپوری: فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ = ۱۳۲۰ھ (آل عمران)

(۴) تواریخ وفات مولوی محمد لطیف صاحب قبلہ پچھراپوئی (بمقام بریلی): فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ = ۱۳۲۱ھ اوپر کی تاریخ پر الف کا اضافہ ہے۔

(۵) تواریخ وصال حضرت تاج الاولیاء نظام الدین حسین شاہ صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز صاحب سجادۃ نیاز یہ بریلی: إِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ

الصَّالِحِينَ = ۱۳۲۲ھ (بقرہ رکوع ۱۶)۔ حضرت داغ دہلوی کی یہی تاریخ وفات ہے اور میں اس کو شائع بھی کر چکا ہوں۔ ان کا نام نواب میرزا داغ = ۱۳۲۲ھ بھی ان کی تاریخ وفات ہے۔ اس کو میں نے ایک قطعہ میں نظم کر کے اسی زمانے میں اخبار دبدہ سکندری راپور میں چھپوایا تھا۔

(۶) تاریخ وفات مولوی محمد علی صاحب قبلہ رئیس پتھراؤں ضلع

مراد آباد: انہ فی الاخرة لمن الصالحین = ۱۳۲۳ھ (باضافہ الف صالحین)

(۷) تاریخ وفات نواب محسن الملک: أولئك يدخلون الجنة

يُرزقون فيها = ۱۳۲۵ھ (مومن رکوع ۵ پارہ ۲۲)

(۸) تاریخ وفات شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکا اللہ دہلوی: وانه

فی الاخرة لمن الصالحین = ۱۳۲۸ھ (نمبر ۵ کی تاریخ میں وکاف اضافہ ہے جو اس آیتہ کریمہ میں ہے)

(۹) تاریخ ولادت برادر خالہ زاد محمد عظیم الحق جنیدی: واجعله رب

رضياً = ۱۳۲۸ھ ان کا نام (محمد عظیم الحق جنیدی) بھی تاریخی ہے، یہی سنہ نکلتے ہیں۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نام رکھا تھا اگرچہ جنیدی کا لفظ تاریخ پوری کرنے کے لئے بڑھایا گیا ہے۔ لیکن سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے جو سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ ہیں اور عظیم الحق اسی سلسلے سے وابستہ ہیں۔ یہ اب بفضلہ تعالیٰ ڈبل ایم اے اور بی ٹی، اور حلیم انٹر کالج کانپور میں لکچرر اور "ماثر عجم" کے مصنف ہیں۔

(۱۰) تاریخ وفات منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی (استاد موالانا سہت

موہانی): لَهم فيها نعيم" مقیم "خلیدین فیہا ابداء = ۱۳۲۹ھ (توبہ رکوع

۳)۔ تسلیم کے متعدد قطعات وفات میرے دفتر تواریخ میں درج ہیں۔

(۱۱) تاریخ وفات حضرت ظہیر دہلوی (یادگار ذوق) جنات عدن

الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَانُ = ۱۳۲۹ھ۔ قرآن کا املہ جنت اور الرحمن ہے۔ میں نے دونوں کو الف سے لکھا ہے۔

(۱۲) جب ۱۹۱۱ء (مطابق ۱۳۲۹ھ) میں ترکی واٹلی میں جنگ ہو رہی تھی اور طرفین کے مقتولوں کی خبریں آتی تھیں۔ یہ تاریخ کہی تھی: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَّ اِنَّ الْفُجَا رَ لَفِي جَحِيمٍ = ۱۳۲۹ھ

(۱۳) تاریخ وفات شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد دہلوی: لہمد فیہا نعیم مقیم خالدین فیہا ابداء = ۱۳۳۰ھ نمبر ۱۰ میں الف کا اضافہ کر دیا ہے۔  
(۱۴) تاریخ وفات مولوی احمد علی صاحب قبلہ رئیس پچھراؤں: یَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ اَنْ لَّهُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا = ۱۳۳۰ھ (بنی اسرائیل رکوع اول)

(۱۵) تاریخ وفات والد ماجد خود مولوی احمد حسن صاحب قبلہ پچھراؤنی وکیل ریاست رام پور: هُوَ خَيْرٌ تَوَابًا = ۱۳۳۱ھ (کھف رکوع ۵ پارہ ۱۵)  
(۱۶) ایضاً تاریخ دیگر: فَاوَلَتْكَ یَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ = ۱۳۳۱ھ (نساء رکوع ۸ پارہ ۵) ؕ کے ۴۰۰ لئے ہیں۔

(۱۷) تاریخ وفات مولوی سلطان احمد صاحب قبلہ پچھراؤنی: حَسَنَتْ مُرْتَفَقًا = ۱۳۳۹ھ (کھف) سورہ کھف رکوع ۳ پارہ ۱۵ کی اس آیت میں اہل جنت کی نعمتیں گنا کر فرمایا ہے: نَعْمَةُ الثَّوَابِ وَ حَسَنَتْ مُرْتَفَقًا، یعنی کیا اچھا بدلہ ہے، اور کیا اچھا آرام۔

(۱۸) تاریخ وفات مولوی قیام الدین صاحب قبلہ پچھراؤنی: اُدْخُلُوْهَا خَالِدِیْنَ = ۱۳۴۲ھ

(۱۹) تاریخ وفات حضرت مولانا عین القضاة صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ: اُولَئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ = ۱۳۴۴ھ (ایک عدد زائد ہے)

(۲۰) تاریخ وفات حکیم ضمیر احمد صاحب پچھرا یونی: اِنَّ الْمُتَّقِينَ  
فِي مَقَامٍ اَمِينٍ فِي جَنَّةٍ وَعُيُونٍ = ۱۳۲۲ھ (دخان پارہ ۲۵)  
(۲۱) تاریخ وفات مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی: وَحَسُنَتْ  
مُرْتَفَقًا = ۱۳۲۵ھ (نمبر ۷ میں وکا اضافہ ہے جو آیت میں موجود ہے جیسا کہ  
اوپر لکھا گیا)

(۲۲) تاریخ وفات اہلیہ محترمہ منشی اخلاق علی صاحب قبلہ میر ٹھی:  
وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ = ۱۳۲۷ھ (غاشیہ پارہ ۳۰) اس میں ۴۰۰ کے  
لئے ہیں۔

(۲۳) تاریخ وفات پروفیسر صدیق حسن بدایونی ایم اے: رَحِمَتْ  
اللَّهُ وَبَرَكَتُهُ = ۱۳۲۷ھ (ہود رکوع ۷ پارہ ۱۲) ایک اور تاریخ بھی خوب نکلی  
تھی۔ قرب صدیق ملے گا تجھے صدیق حسن = ۱۳۲۷ھ۔ یہ تاریخ فرید عالم  
چشتی (اچھے میاں) کی فرمائش سے کہی تھی۔ ”دفتر تواریخ“ میں درج ہے۔

(۲۴) میں نے اپنا نعتیہ کلام مرتب کیا اور اس کا تاریخ نام بیاض نعتیہ  
۱۳۲۸ھ) رکھا۔ بیاض کے سرورق پر اس آیت سے تاریخ نکال کر درج  
کی: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ = ۱۳۲۸ھ

(۲۵) تاریخ تعمیر مسجد: وَيَذْكُرُ فِيهَا اسْمَهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا =  
۱۳۲۹ھ۔ (نور رکوع ۵ پارہ ۱۸) اس آیت میں مساجد کا ذکر ہے کہ وہاں اللہ کا  
نام لیا جاتا ہے اور اس کی پاکی بیان کی جاتی ہے۔

(۲۶) تاریخ وفات مولوی نصیر عالم صاحب قبلہ پچھرا یونی: فَضْلُهُ  
كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا = ۱۳۲۹ھ (بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پارہ ۱۵)۔

(۲۷) تاریخ مناظرہ اہل اسلام و مخالفین اسلام: اِنَّا وَاٰتَاكُم لَعَلِي  
هُدًى اَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ = ۱۳۲۹ھ۔ (ترجمہ: دیکھیں ہم میں تم میں کون  
ہدایت پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں)



(۲۸) تاریخ نکاح برادر عزیز مولوی محمد طاہر فاروقی ایم اے۔  
 پروفیسر آگرہ کالج ورجسٹرار ”جامعہ اردو“ (اردو یونیورسٹی) آگرہ: یَسْتَبْشِرُونَ  
 بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ = ۱۳۵۱ھ (ال عمران رکوع ۸)۔ یعنی وہ اللہ کی جانب سے  
 نعمت کی بشارت پاتے ہیں۔

(۲۹) تاریخ وفات مولوی محمود الحسن صاحب پچھرا یونی کورٹ انسپکٹر  
 پشاور: لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ = ۱۳۵۲ھ

(۳۰) تاریخ وفات مولوی حسن احمد صاحب و مولوی محمد احمد صاحب  
 پچھرا یونی (دونوں چچازاد بھائی تھے اور چند روز کے پس و پیش سے انتقال  
 فرمایا): لَا يُضِيعُ عَمَلٌ عَامِلٌ مِنْكُمْ = ۱۳۵۲ھ (ال عمران رکوع ۱۱)

(۳۱) تاریخ بلوہ آگرہ: إِنَّهُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا =  
 ۱۳۵۲ھ یعنی وہ نرے حیوان ہی ہیں، بلکہ حیوانوں سے بڑھکر گمراہ۔

(۳۲) تاریخ وفات سید نظام الدین شاہد لکیر اکبر آبادی: عِنْدَهُ أَجْرٌ  
 عَظِيمٌ = ۱۳۵۳ھ

(۳۳) تاریخ وفات مولانا شوکت علی: وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا  
 فَانصُرْنَا = ۱۳۵۷ھ

(۳۴) تاریخ وفات ڈاکٹر اقبال: بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ =  
 ۱۳۵۷ھ (ص رکوع ۲ پارہ ۲۳)

(۳۵) دوسری تاریخ: لَذَّةٌ لِلشَّرْبِینَ = ۱۳۵۷ھ  
 (۳۶) تاریخ وفات مولوی ضیاء الاسلام صاحب امام جامع مسجد  
 آگرہ: إِنَّكَ غَفُورٌ = ۱۳۵۷ھ (ابراہیم رکوع ۶)

(۳۷) میں نے اپنے بڑے لڑکے ساجد حسن قادری کی دلہن کی  
 فرمائش سے ایک بیاض میں مختلف اچار چٹنی کے نسخے جمع کئے تھے۔ اس کا ٹائٹل پیج  
 لکھتے وقت خیال آگیا اور قرآن مجید سے نہایت موزوں تاریخ نکل آئی:

كلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا = ۱۳۵۷ھ۔ پھر میں نے پورا سرورق تاریخوں سے مرتب کر دیا (جو میری دوسری بیاض تواریخ میں منقول ہے)۔ کتاب کا نام۔ فرمائش والی کا نام۔ اپنا نام، حتیٰ کہ تاریخ تحریر، سب میں تاریخیں نکالیں۔ اپنا حوالہ لکھا: ”مرتب کردہ حامد حسن قادری“ (۱۳۵۷ھ)۔ تاریخ تحریر کی تاریخ عجیب و جدید تھی۔ یعنی: بتاریخ ۸ جمادی الاولیٰ (۱۳۵۷ھ)۔ اس میں مہینے کی تاریخ حسب معمول ہند سے میں لکھ کر اس کے ۸ عدد لئے تھے۔

(۳۸) تاریخ وفات منشی خلیل الرحمن صاحب مترجم اخبار الاندلس: وَالْأَيْضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ = ۱۳۵۸ھ۔ نمبر ۲۹ پر دو کا اضافہ ہے جو آیت میں ہے۔

(۳۹) تاریخ وفات عزیزہ صالحہ حاجیہ اہلیہ مولوی محمد طیب کرپوری: نَاعِمَةٌ لِّسَعِيهَا رَاضِيَةٌ = ۱۳۵۸ھ۔ اس مرحومہ کے لیے کئی قطعات تاریخ فارسی و اردو میں لکھے تھے۔ ایک قطعہ میں دو تاریخیں بہت بیساختہ آگئی تھیں آخری شعر یہ تھا:

ایک مصرع میں دو ہیں تاریخیں ”نور تربت میں“۔ ”حور خدمت میں“

۱۳۵۸ھ

۱۳۵۸ھ

(۴۰) تاریخ وفات مولانا احسن مارہروی: اِتَّقِيَ فَإِنَّ اللَّهَ يَحُبُّ الْمُتَّقِينَ = ۱۳۵۹ھ

(۴۱) تاریخ وفات جسٹس سرشاہ سلیمان: اِرْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا = ۱۳۶۰ھ

(۴۲) تاریخ وفات ہمشیرہ مولوی محمد مظفر علی صاحب طالب ایم اے ٹیچر سینٹ جانس ہائی اسکول آگرہ: اَيْتُهَا النَّفْسَ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِي اِلَى رَبِّكَ = ۱۳۶۰ھ۔ اس آیت میں شروع کا یا چھوڑنے کے علاوہ املا میں بھی اتنا

فرق کر دیا ہے کہ قرآن مجید میں المطمئنة (ہمزہ کے شوشے کے ساتھ) لکھا ہوا ہے۔ لیکن شوشہ لکھنے سے ہی مان کر ۱۰ عدد لینے پڑتے، اس لئے میں نے شوشہ نہیں لکھا۔ شوشہ نہ لکھنے کا جواز قرآن مجید کے املا سے اکثر ثابت ہوتا ہے جیسا تمہید میں ذکر کیا گیا۔

(۴۳) تاریخ وصال حضرت الحاج پیر حیات محمد صاحب نقشبندی جماعتی سیالکوٹی قدس سرہ خلیفہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم امیر الملتہ والدین شہنشاہ علی پوری دامت برکاتہم وارواحنا فدائہم: وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحَسَنَ مَا بِ جَنَّت = ۱۳۶۱ھ

## أَيْضاً مِنَ الْهَامِ الْقُرْآنِ

۱۳۶۱ھ

بابت

سنہ عیسوی

(۴۴) تاریخ وفات حضرت امیر مینائی لکھنوی: وَلَا آخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى = ۱۹۰۰ء

(۴۵) تاریخ وفات حکیم عبدالمجید خاں دہلوی: وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ = ۱۹۰۱ء (طہ رکوع ۴ پارہ ۲۰)

(۴۶) تاریخ وفات فیروز شاہ خاں رامپوری تلمیذ حضرت داغ دہلوی: مَنْ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ = ۱۹۰۱ء (اعراف رکوع ۴ پارہ ۸)۔ ان تینوں بزرگوں کی اور تاریخیں بھی فارسی اردو میں لکھی تھیں جو بیاض اول "دفتر تواریخ" میں درج ہیں۔ امیر صاحب اور حکیم صاحب کے مقابلے میں فیروز شاہ خاں بظاہر ایسے ممتاز نظر نہ آئیں گے کہ میں ان کی تاریخ کہتا، لیکن اتفاق سے مجھے ان دونوں سے زیادہ ان سے تعلق تھا۔ میں رام پور

میں تھا اور چھوٹے چچامیاں مرحوم مولوی محمد محسن صاحب فاروقی قبلہ کے فیروز شاہ خاں بڑے گہرے دوست تھے۔ مکان پر آنا جانا کھانا پینا تھا۔ چچامیاں کے ساتھ مشاعروں میں شریک ہوتا تھا اور فیروز شاہ خاں کا کلام سنتا تھا۔ ان لوگوں کی ایک بزم احباب قائم تھی۔ اس کے فیروز شاہ خاں سکریٹری تھے۔ ان کے انتقال کے بعد چچامیاں سکریٹری ہوئے ”بزم احباب“ کے تقریباً ہر جلسے میں بھی جاتا تھا اس لئے فیروز شاہ خاں کی مرگ ناگاہ کا مجھ پر بھی بہت اثر ہوا تھا۔

(۴۷) تاریخ وفات منشی غلام صفر صاحب قبلہ پچھراپونی نائب میر منشی لیفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی الہ آباد: اَمَّا مَنْ اَعْطَى وَ اَتَّقَى وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنِيْرًا لِلْيُسْرَى = ۱۹۰۵ء۔ مرحوم سخاوت و خدمت خلق میں مشہور تھے۔

(۴۸) تاریخ وفات منشی غلام غوث صاحب بے خبر میر منشی لیفٹیننٹ گورنر الہ آباد: وَ كُنْ يُؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاءَ اَجَلُهَا = ۱۹۰۵ء (مُنْفِقُوْنَ آخری آیت پارہ ۲۸)

(۴۹) تاریخ وفات حضرت مولوی مظہر اللہ صاحب قبلہ پچھراپونی ڈپٹی کلکٹر و ممبر کونسل ریاست رام پور: اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ = ۱۹۰۶ء

(۵۰) تاریخ کامیابی برادران عزیز مولوی عابد حسن فریدی (ایم اے ایل ٹی) و مولوی ظہیر عالم چشتی (بی اے ایل ایل بی): فَرِحِينَ بِمَا اَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ = ۱۹۰۸ء (ال عمران رکوع ۸)

(۵۱) تاریخ وفات چند اعزہ و احباب جن کا بخار فصلی میں ساتھ انتقال ہوا: اَوْلٰٓئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ = ۱۹۰۹ء (ہود رکوع ۲ پارہ ۱۲)

(۵۲) تاریخ وفات شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی: اِنَّ اَصْحَابَ

الجنة اليوم في شغل فاكهون = ۱۹۱۱ء (لسن)

(۵۳) ۱۹۱۲ء میں میرے وطن قصبہ پچھراوں ضلع مراد آباد میں

طاعون پھیلا۔ بہت سے اعزہ احباب کا چند ہفتوں میں انتقال ہو گیا میں نے

تاریخ کہی: وارحمننا وانت خیر الرحمین = ۱۹۱۲ء (مومنون رکوع ۶)

(۵۴) تاریخ وفات علامہ شبلی نعمانی: لنعم دار المتقين الجنة عدن

يدخلونها = ۱۹۱۴ء (نحل رکوع ۴) قرآن مجید کا اطلاق جنت ہے۔ میں نے ۵

عدد لینے کے لیے جنت لکھ دیا ہے۔

(۵۵) تاریخ وفات مولانا حالی: فبشره بمغفرة = ۱۹۱۴ء (لسن)

(۵۶) ایضاً تاریخ دیگر: ومغفرة "ورزق" کریم = ۱۹۱۴ء

(۵۷) تاریخ وفات خواجہ غلام الثقلین نبیرہ مولانا حالی: سيوتينا الله

من فضله ورسوله = ۱۹۱۵ء (توبہ رکوع ۷ پارہ ۱۰)

(۵۸) تاریخ وفات نواب وقار الملک: جنة عالية لاتسمع فيها

لاغية = ۱۹۱۷ء (غاشية)

(۵۹) تاریخ صحت یکے از اعزہ خود: فاستجبنا له ونجينه من

الغم = ۱۹۱۷ء (انبیاء رکوع ۶) یعنی "ہم نے اس کی سن لی اور اس کو غم سے

نجات دی" یہ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔

(۶۰) تاریخ وفات استاذی منشی امتیاز احمد خاں صاحب راز رام پوری

(عرف پیارے خاں) تلمیذ امیر مینائی: خیر "مستقراً واحسن مقيلاً =

۱۹۱۷ء (فرقان رکوع ۳)۔ یعنی "ٹھکانا بھی بہتر سے بہتر اور خوابگاہ بھی عمدہ

سے عمدہ۔"

(۶۱) تاریخ وفات مولوی بشیر احمد صاحب قبلہ پچھراونی بمقام

کرتپور: تلك الدار الاخرة = ۱۹۱۸ء (قصص رکوع ۸ پارہ ۲۰)

(۶۲) تاریخ ولادت دختر خود: هذا من فضل ربی = ۱۹۸۱ء

- (۶۳) تاریخ وفات مولوی سید احمد صاحب دہلوی مولف ”فرہنگ آصفیہ“: اِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ = ۱۹۱۹ء (نخل رکوع ۶ پارہ ۲۰)
- (۶۴) تاریخ وفات اہلیہ مولوی سلطان حسن صاحب پچھرا یونی نبت مولوی حشمت علی صاحب قبلہ پچھرا یونی: مَنْ زُجِرَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ = ۱۹۱۹ء (ال عمران رکوع ۱۹ پارہ ۴)
- (۶۵) تاریخ وفات حضرت مولانا مولوی عماد الدین صاحب پچھرا یونی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ: وَلَنِعْمَ دَارَ الْمُتَّقِينَ جَنَّةٌ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا = ۱۹۲۰ء (تاریخ نمبر ۵۴ پر دو کا اضافہ ہے جو نخل کی اس آیت میں ہے)
- (۶۶) تاریخ وفات حضرت اکبر الہ آبادی: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَہُمْ وَحَسَنَ مَا بَ = ۱۹۲۱ء (رعد رکوع ۳ پارہ ۱۳)
- (۶۷) تاریخ وفات حضرت شاہ فاروق حسن صاحب صابری مالک و مدیر اخبار دہلیہ سکندری رام پور: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَہُمْ وَحَسَنَ مَا بَ = ۱۹۲۲ء (اوپر کی تاریخ میں یہاں صالحات لکھکر ایک الف بڑھا دیا ہے) ان کی ایک اور تاریخ بھی اچھی نکلی تھی: کہ ”بافاروق“ امید حشر فاروق = ۱۳۴۰ھ
- (۶۸) تاریخ وفات مولوی جمیل الرحمن صاحب فرزند ثانی رئیس اعظم مولوی ابراہیم علی صاحب: وَسِجْنِبْہَا الْاَتَقٰی الَّذِیْ یُوْتٰی مَالہ = ۱۹۲۲ء (لیل پارہ ۳۰)
- (۶۹) تاریخ وفات عم محترم مولوی حاجی حبیب الرحمن صاحب قبلہ پچھرا یونی: فَسُوْفَ نُوْتِیْہٖ اَجْرًا عَظِیْمًا = ۱۹۲۳ء (نساء رکوع ۹ پارہ ۵)
- (۷۰) تاریخ وصال حضرت سراج السالکین شاہ محی الدین احمد صاحب نیازی نظامی بریلوی قدس سرہ العزیز: اَدْخَلْنٰہُمْ فِی رَحْمَتِنَا اِنھم

من الصالحين = ۱۹۲۴ء (انبیاء رکوع ۶ پارہ ۱) ایک قطعہ تاریخ بھی کہا تھا۔  
 مصرع تاریخ یہ تھا: ”اولیا را درۃ التاج آمدی“ = ۱۳۴۳ھ  
 (۱) تاریخ وفات عم معظم مولوی حاجی خلیل الرحمن صاحب قبلہ  
 پچھراپونی: وان ربك لذو فضل = ۱۹۲۵ء (تاریخ نمبر ۶۳ پر وکا اضافہ ہے جو  
 سورہ نحل کی اس آیت میں موجود ہے)

(۲) تاریخ وفات عم مکرم مولوی حاجی محمد حسن صاحب قبلہ  
 نقشبندی مجددی پچھراپونی: ادخلنا ہم فی رحمتنا انہم من الصالحین =  
 ۱۹۲۶ء (تاریخ نمبر ۷۰ میں ادخلنا اور صالحین کو الف سے لکھ کر ۲ عدد بڑھا  
 لیے ہیں)

(۳) تاریخ وفات مولوی سراج احمد صاحب قبلہ پچھراپونی: ربنا  
 واغفر لنا وارحمنا = ۱۹۲۷ء۔ حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی کی بھی یہی  
 تاریخ ہے اور میں اس کو شائع کر چکا ہوں۔

(۴) تاریخ شکست اہل بطلان درہنگامہ کانپور: وتذلل من  
 تشاء = ۱۹۶۷ء۔ اسی ہنگامہ میں فتح اہل ایمان کی تاریخ بھی اسی آیت کے پہلے  
 حصہ سے نکالی تھی، لیکن اس میں کچھ اضافہ کیا تھا، اس لئے بجنسہ کلام الہی نہ  
 رہا۔ وہ مادہ تاریخ یہ تھا: یا اللہ تعز من تشاء = ۱۳۴۵ھ

(۵) تاریخ شہادت پیرزادہ سید محمد صادق صاحب دہلوی (خواجہ  
 حسن نظامی کے خسر): کل نفس ذائقة الموت = ۱۹۲۸ء (۴ کے ۲۰۰ لئے  
 ہیں۔ اس تاریخ کے لکھنے کا سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں خواجہ صاحب کا اخبار  
 منادی میرے پاس آتا تھا اس میں پیرزادہ صاحب کا واقعہ دیکھا کہ راستے میں  
 دشمنوں نے یکایک حملہ کر کے شہید کر دیا۔ ایک تاریخ عربی کے مصرع میں  
 نکالی ہے: ”ان له خیر الجزاء عند الملک المقدر“ = ۱۹۲۸ء (اس میں جزا  
 کا لفظ بغیر ہمزہ آخری کے نظم ہو سکا۔ صرف مصرع تاریخ کے خیال سے اس

بے قاعدگی کو روار کھا ہے) سنہ ہجری کا بھی ایک قطعہ اردو میں کہا تھا اور منادی میں چھپوایا تھا۔ آخری شعر یہ تھا:

مردانہ جو دی ہے جاں انھوں نے تاریخ ہوئی ہے ”فخر سادات“

۱۳۲۶ھ

(۷۶) تاریخ وفات ہمیشہ زادہ خود عزیز ی شاہد علی: ان اللہ غفور

شکور = ۱۹۲۹ء (شوری)

(۷۷) تاریخ وفات عم مکرم مولوی محمد محسن صاحب فاروقی

نقشبندی مجددی پروفیسر عربی اسلامیہ کالج پشاور (بمقام آگرہ): وادخلنہم فی رحمتنا انہم من الصالحین = ۱۹۳۰ء (تاریخ نمبر ۷۰ کے شروع میں و بڑھا دیا ہے جو سورہ انبیاء کی اس آیت میں موجود ہے)

(۷۸) تاریخ وفات مولانا محمد علی رئیس الاحرار: علیہم صلوات

من ربہم ورحمة واولئک ہم المہتدون = ۱۹۳۱ء

(۷۹) تاریخ وفات حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب کانپوری

نقشبندی جماعتی مفتی مسجد جامع آگرہ (درائتائے سفر حرمین شریفین بمقام جدہ): تلک عقبی الذین اتقوا = ۱۹۳۱ء (رعد رکوع ۵)

(۸۰) تاریخ وفات مولوی عزیز الرحمن و مولوی محبوب الرحمن

پچھرا یونی (دونوں بھائی تھے۔ چند ہفتوں کے پس و پیش سے وفات پائی): ہم خیر البریة جزاؤہم عند ربہم = ۱۹۳۱ء (بینہ پارہ ۳۰) اس میں بریة کی ۴۰۰ کے عدد لیے ہیں۔ جزاؤہم میں و قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے۔ اس لیے اس کو شمار کیا گیا ہے۔

(۸۱) تاریخ وفات سید ناصر نذیر فراق دہلوی (از خاندان حضرت

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ): المتقین فی جنت ونہر فی مقعد صدق =

۱۹۳۳ء (قمر آخری آیت پارہ ۲۷)



(۸۲) تاریخ وفات برادر مکرم مولوی حافظ سعید الرحمن صاحب  
پچھراپونی: المتقين في جنات ونهر في مقعد صدق = ۱۹۳۴ (اوپر کی  
تاریخ میں یہاں جنات الف سے لکھ دیا ہے) حضرت ریاض خیر آبادی کی بھی  
یہی تاریخ ہے۔

(۸۳) تاریخ وفات مولوی منصور الحق صاحب علی گڈھی: یوت  
الله المومنین اجراً عظیماً = ۱۹۳۵ء (نساء رکوع ۲۱ پارہ ۵)۔

(۸۴) تاریخ وفات علامہ راشد الخیری دہلوی: لا خوف علیکم  
ولا انتم تحزنون = ۱۹۳۶ء (اعراف)

(۸۵) تاریخ وفات مولوی نور الحسن صاحب نیر کا کوروی مولف  
”نور اللغات“ (خلف حضرت مولوی محسن کا کوروی رحمۃ اللہ علیہ): ادخلی  
فی عبادی وادخلی جنتی = ۱۹۳۶ء

(۸۶) تاریخ حج و زیارت مولانا سعادت اللہ اسراہیلی سنبھلی مع اہلیہ و  
فرزند: کان ذالك فوزاً عظیماً = ۱۹۳۷ء

(۸۷) دوسری تاریخ: ذلک هو الفوز العظیم = ۱۹۳۷ء (مومن  
رکوع اول پارہ ۲۴) ان دونوں تاریخوں میں ذلک الف کے اضافے کے  
ساتھ لکھا ہے۔ قرآن مجید میں ذلک لکھا جاتا ہے۔

(۸۸) تاریخ وفات عم مکرم مولوی محمد مہدی صاحب قبلہ نیازی  
نظامی: لا تینہم من لدنا اجراً عظیماً = ۱۹۳۷ء (نساء رکوع ۹)

(۸۹) تاریخ وفات مولوی ضیاء الاسلام صاحب امام جامع مسجد آگرہ:  
الذین یرثون الفردوس = ۱۹۳۸ء (مومنون پارہ ۱۸)۔ امام صاحب کی ایک  
تاریخ وفات سنہ ہجری کی نمبر ۳۶ پر درج ہوئی ہے۔

(۹۰) تاریخ وفات حضرت صاحبزادہ سید محمود حسین شاہ صاحب علی پوری  
برادرزادہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم شہنشاہ علی پوری روحی فداہم: یعملون

الصلحت ان لهم اجراً حسناً ما كثر فيهم ابدأ = ۱۹۳۹ء (کھف رکوع اول پارہ ۱۵)۔

(۹۱) تاریخ وفات مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ و مولوی عبدالحفیظ صاحب قبلہ علی گڑھی: لحسن ماب جنت عدن مفتحة لهم الابواب متکبین = ۱۹۳۹ء (ص رکوع ۲ پارہ ۲۳)۔ یہ دونوں بزرگ ہمسر و ہمزلف تھے اور صرف ایک دن کے پس و پیش سے وفات پائی۔

(۹۲) تاریخ وفات محمد نذیر صاحب جلیسری و دختر ایشان: الذین تتوفهم الملكة طيبين = ۱۹۳۹ء (نحل رکوع ۲ پارہ ۱۴)

(۹۳) ”سال وفات حاجی ماسٹر نواب دین نقشبندی“ (= ۱۹۴۰ء): الذین تتوفهم الملكة طيبين = ۱۹۴۰ء۔ (اوپر کی تاریخ میں ملائکہ کو الف سے لکھ دیا ہے۔ قرآن میں اسی طرح ہے جیسا اوپر لکھا گیا لیکن مشہور املا یہ ہے)۔ ماسٹر نواب دین صاحب ۱۳۵۰ھ میں سفر حج میں ہمارے ساتھ حضرت قبلہ عالم روحی فداہم کے ہمراہ تھے۔ حضرت کے بڑے عاشق اور محبوب تھے اپنے وطن سیالکوٹ میں ۲۳ مئی کو حرکت قلب بند ہو جانے سے یکایک انتقال کیا۔ ہم اس زمانے میں علی پور شریف حاضر تھے۔ ۲۴ کو صبح بعد نماز فجر مرحوم کی کار لے کر ان کے ایک عزیز آئے حضرت کو اطلاع کی۔ حضرت کار میں نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ میں ریل میں پہنچا۔

(۹۴) لاہور میں علم الدین شہید کا شاندار مقبرہ بنایا گیا ہے۔ انہوں نے لاہور کے ایک مشرک بد زبان مصنف ”رنگیلے رسول“ کو قتل کر دیا تھا اور پھانسی پائی تھی تعمیر مقبرہ کے مہتمم ہمارے پیر بھائی مستری الہی بخش تھے۔ انہوں نے علی پور شریف میں مقبرہ کا تذکرہ کیا۔ میں نے تعمیر مقبرہ کی یہ تاریخ پیش کر دی: لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات = ۱۹۴۰ء

(۹۵) تاریخ تعمیر مسجد بفرمایش محمد شفیع صاحب، پروفیسر، اسلامیہ کالج، پشاور: رحمت ربك خير مما يجمعون = ۱۹۴۰ء (زخرف پارہ ۲۵)۔ اس تاریخ کو انعقاد محفل میلاد شریف کے اعلان میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

(۹۶) میرے متعدد اعزہ کا چند ہفتوں میں انتقال ہو گیا، یعنی پہلے چھوٹی خالہ، پھر ماموں زاد بھائی مولوی ظہیر عالم اور ان سے ۲۴ گھنٹے پہلے ان کی والدہ پھر چند روز بعد پھوپھی زاد بھائی مولوی ظہور احمد (اچھن)۔ میں نے ایک تاریخ ”حادثات موت“ (۱۳۶۰ھ) کہی۔ اور قرآن مجید سے یہ تاریخ نکالی: قد جائتکم موعظة من ربکم = ۱۹۴۱ء (یونس رکوع ۴ پارہ ۱۱)

(۹۷) دوسری تاریخ اس آیت سے نکالی: اولئك هم المرشدون فضلاً من اللہ ونعمة = ۱۹۴۱ء (حجرات رکوع اول)

(۹۸) تیسری تاریخ نمبر ۹۲، نمبر ۹۳ سے اس طرح نکالی: اللذین تتوفاهم الملائكة طیبین = ۱۹۴۱ء۔ ایک ہی آیت سے باختلاف املا یہ تیسری تاریخ ہے۔

(۹۹) چوتھی تاریخ کے لیے تاریخ نمبر ۹۰ کو اس طرح لکھا: يعملون الصالحات ان لهم اجرا حسناً ما کثین فیہ ابدأ = ۱۹۴۱ء

(۱۰۰) میں اگست ۱۹۴۱ء میں بڑی حکیموں کی گلی میں آکر مقیم ہوا اور مکان کے سامنے والی مسجد میں جانا شروع کیا تو محلے کے سب سے بڑے بوڑھے حاجی ناصر علی خاں صاحب (فرزند ثانی صوفی احمد خاں مالک مطبع مفید عام آگرہ) سے اکثر ملاقات ہوئی۔ یہ بزرگ باوجود نہایت ضعیف اور پیر خرف اور معذور و مرفوع القلم ہونے کے، نماز کے لیے پانچوں وقت ہر موسم میں مسجد کی حاضری کے نہایت سختی سے پابند ہیں۔ ان کی ایک ممتاز خصوصیت یہ دیکھی کہ دُعا بڑی لمبی چوڑی مانگتے ہیں، وہ بھی صرف نماز کے بعد نہیں،

بلکہ جس کسی سے جہاں کہیں ملتے ہیں اہل محلہ و اہل شہر، بلکہ تمام اہل اسلام کے لیے دعا کرتے ہیں۔ ان کا یہ وصف دیکھ کر میرا ذہن ان الفاظ قرآن مجید کی طرف منتقل ہوا اور اتفاق سے پورے سنہ نکل آئے: فذودُعاءِ عریضٍ = ۱۹۳۱ء (حم سجدہ رکوع اول پارہ ۲۵)

(۱۰۱) تاریخ وفات فانی بدایونی و مرزا عظیم بیگ چغتائی اکبر آبادی: یلقون فیہا تحیة و سلماً خلدین = ۱۹۳۱ء (تحیة کی قہ کے ۲۰۰ عدد لیے ہیں۔) ان دونوں کا ساتھ انتقال ہوا ہے۔

(۱۰۲) ایک خاص ہنگامہ پر اعدائے اسلام کی ایزارسانی و سزائے موت کی تاریخ کہی تھی: واولئک لہم عذاب عظیم = ۱۹۳۱ء (ال عمران رکوع ۱۰)

(۱۰۳) تاریخ وفات خان بہادر بھیا بشیر الدین صاحب رئیس اعظم لال کرتی، میرٹھ: مُثُومناً قَدِ عَمِلَ الصَّلَحَتِ فَاوَلَّئِکَ لَہُمُ الدَّرَجَاتِ العلی = ۱۹۳۲ء (طہ رکوع ۳ پارہ ۱۶) ان کے نواسے منظور محی الدین سینٹ جانس کالج میں بی اے میں پڑھتے تھے۔ ان کی فرمائش سے کہی تھی۔

(۱۰۴) تاریخ وفات خواجہ صدیق حسین صاحب مالک مطبع آگرہ اخبار: المتقین فی ظلالِ و عیونِ و فواکہ = ۱۹۳۲ء (مرسلت آخری رکوع پارہ ۲۹)

(۱۰۵) تاریخ وفات مولوی عبدالعزیز صاحب قبلہ علی گڑھی: یلقون فیہا تحیة و سلماً خلدین = ۱۹۳۲ء (نمبر ۱۰۱ میں سلاما کوالف سے لکھ دیا ہے)

(۱۰۶) تاریخ وفات مفاجات سر محمد یعقوب و سر سکندر حیات خاں: اولئک ہم الراشدون فضلاً من اللہ و نعمة = ۱۹۳۲ء (تاریخ نمبر ۹ میں راشدون کوالف سے لکھ دیا ہے)

(۱۰۷) تاریخ وفات حاجی حافظ غلام مصطفیٰ صاحب (بمقام علی پور شریف): وذلك هو الفوز العظيم = ۱۹۳۲ء (مومن رکوع اول پارہ ۲۴)۔ یہ تاریخ نمبر ۸۷ پر بھی درج ہے وہاں ذالك کو الف سے لکھا ہے۔ یہاں حسب قاعدہ بغیر الف کے لکھ کر ابتدا میں و کا اضافہ کیا ہے جو اس آیت میں موجود ہے۔ حافظ غلام مصطفیٰ صاحب اعلیٰ حضرت قبلہ عالم شہنشاہ علی پوری دامت برکاتہم کے ایسے عاشق تھے کہ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے کہ حضور کے قدموں میں موت آئے۔ جب کبھی علی پور شریف حاضر ہوتے تھے حضرت کے صاحبزادگان والا تبار وغیرہ سے اس تمنا کا اظہار کرتے تھے۔ اس مرتبہ ذی الحجہ میں قبل عید شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شب کو (۶ ذی الحجہ) دو تین گھنٹے علییل رہ کر انتقال کیا۔ حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن میں شریک رہے۔ میں نے ایک اردو کے قطعہ تاریخ میں یہ حالات نظم کئے اور اس آیت کریمہ کی تاریخ کو بھی دوسرے عربی کے قطعہ میں نظم کیا۔ دوسرے مجموعہ تواریخ میں سب تاریخیں درج ہیں۔ عربی کے دو شعر یہ تھے:

جاء فی ارض علی بور لقاء شیخہ مات عند الیلنا شیخ الکریم ابن الکریم  
قال الهم لیک اذا جاء الاجل قلت تاریخا وذلك هو الفوز العظيم

136786

اقراء بسم ربك الجليل سبحانه وتعالى

۱۳۷۳ھ

تاریخ کامیابی مولوی حاجی محمد فیاض الدین صاحب رامپوری  
در امتحان عالم الہ آباد بہر ۶۵ سال

(۱)

نوجوان لیں سبق ان بوڑھوں سے  
امتحان پاس کیا عالم کا  
”زندگی زندہ دلی کا ہے نام“  
منشی و کامل و اعلیٰ قابل  
شوق و ہمت میں ہیں کامل فیاض  
پیر ہو کر ہیں جوان دل فیاض  
ہیں اسی قول پہ عامل فیاض  
ہیں ان اسناد کے حامل فیاض

میں نے تاریخ جو پوچھی دل سے  
بول اٹھا: ”عالم فاضل فیاض“

۱۹۴۳ء

(۲)

نکلی مشہور مثل آج غلط  
یہ دل شاد سے نکلی تاریخ  
دیکھو کیا کرتے ہیں بوڑھے توتے  
کہ ”پڑھا کرتے ہیں بوڑھے توتے“

۱۹۴۳ء

تاریخ وفات ہمیشہ ماسٹر جعفر علی صاحب، حلیم کالج کانپور  
الہی رہے قبر اس کی منور  
تری رحمتیں روح پر اس کی ہازل  
یہ تاریخ رحلت لکھی قادری نے  
کہ ”توصیف مرحومہ فردوس منزل“

۱۳۶۲ء

تاریخ مجموعہ نظم شکیل بدایونی  
(مجموعہ میں شائع ہو گئی ہے)

چھپ گیا مجموعہ نظم شکیل خوش نوا  
شاعری کی اس میں ہیں کیا کیا چمن آرائیاں

اہل دل ہر نظم میں دیکھیں گے دل کی دھڑکنیں  
پائیں گے اہل نظر تخیل کی گہرائیاں

ہیں نشاط افزائیاں کیا کیا ہر اک اسلوب میں  
ہر زمین و وزن میں کیا کیا ہیں ترنم زائیاں

”میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے“  
دیکھنا ہر شعر کی لذت کی یہ گیرائیاں

مجھ سے بھی اے قادوی فرمائش تاریخ ہے  
ہیں یہ میرے حال پر ان کی کرم فرمائیاں

ان کے مجموعے میں جو کچھ ہے، وہی تاریخ ہے  
فکر کی آرائشیں گل، شعر کی رعنائیاں

۱۹۴۴ء

تواریخ وفات ”بھائی جی“ قاضی حفیظ الدین صاحب رھتکی

بسم اللہ الباقی العظیم

۱۳۶۳ھ

”آرام گاہ جناب مولانا حفیظ الدین علیہ الرحمہ“

۱۹۴۴ء

”خلیفہ مجاز محبوب زبدۃ الاولیاء قبلہ عالم علی پوری ارواحنا فداهم“

۱۹۴۴ء

ربکم ذورحمة واسعة

۱۳۶۳ھ

پیشوائے سالکان، ہادی دیں  
زارِ دربار ختم المرسلین  
ان کو حاصل فیض عرفان و یقین  
خلق ان کا خلق کو جبل امتیں  
بات ان کی دل کے اندر جاگزیں  
جذب دل ایسا کہ دیکھا ہی نہیں  
لگ گیا ہاتھ اور تڑپ اٹھے وہیں  
نعرۃ اللہ تھا کیا دل نشیں  
باہمہ و بے ہمہ ایسا کہیں  
اور تقویٰ وہ کہ اس المتقین  
صاحب تجرید بھی تھے بایقین  
خدمت مخلوق رب العالمین  
ہو کسی کا غم، وہ ہوتے تھے حزیں  
وہ بجز ہاں کے، نہ کرتے تھے نہیں

حضرت قاضی حفیظ الدین تھے  
باخدا و حاجی بیت الحرام  
قبلہ عالم علی پوری سے تھا  
فیض ان کا غرۃ الوثقائے دہر  
وعظ ان کا روح پرور، جاں نواز  
عشق شیخ ایسا کہ مشکل سے مثال  
عشق کی بجلی بھری تھی جسم میں  
چلتے پھرتے، بات کرتے دفعۃً  
ڈھونڈو عالم میں، نہ پاؤ گے مگر  
وہ صفائے دل کہ فخر الاصفیا  
خود علائق سے مجرد بھی رہے  
شغل ان کا روز و شب، شام و سحر  
اک جہاں کا درد ان کے دل میں تھا  
کوئی ہو، کیسا ہی مشکل کام ہو



دہلی و رھتک کی سب تاریکیاں  
 آگرہ میں بھی ہے جاری انکا فیض  
 تھی رفیقوں کو بھی تاکید نماز  
 کی نماز شب کی نیت باندھ کر  
 بارھویں ذی قعد کی، دن پیر کا  
 رحمت حق ان کی روح پاک پر  
 تاقیامت ان کے درجے ہوں بلند  
 ان کے نور دل سے روشن ہو گئیں  
 تھے یہاں وہ ناظم دین مبین  
 اور یہی ان کا عمل تھا آخریں  
 جان نذر ایزد جاں آفرین  
 پائے دن تاریخ بھی کیا بہترین  
 پائیں قرب رحمۃ للعالمین  
 ان کا مسکن باغ فردوس بریں

بھائی جی کا سال رحلت قادری  
 کہدو: ”فی جنات عدن خالدین“

۱۳۶۳ھ

بسم تبارک و تعالیٰ عزوجل

۱۳۶۳ھ

سواطع تواریخ

۱۳۶۳ھ

یعنی

”تاریخ طبع دیوان گرامی قدر“

۱۹۴۴ء

از

کلام محبوب عالم امام السالکین محبوب حق شاہ محمد تقی عزیز میاں صاحب

۱۹۴۴ء

”صاحب سجادہ ہدایت افادہ خانقاہ عالی جناب نیاز یہ بریلی“

۱۹۴۴ء

(۱)

سخنِ حضرتِ عزیزِ میاں ہے عزیزِ الکلام والافکار  
ہر غزل اس کی بلکہ ہر شعر معرفت کا ہے ابر گوہر بار  
کیا شگفتہ ہے مصرع تاریخ  
آئی کیا باغ شاعری میں بہار

۱۹۴۴ء

(۲)

کلام مولوی معنوی سے کیا کم ہے  
یہ اک پیام ہے لالِ دل و نظر کے لیے  
الٹ کے لفظ یہ نکلی ہیں خوب تاریخیں  
کہ ہے یہاں بھی وہی سوز و سازِ نغمہ نے  
یہاں بنا ہے حقیقت، مجازِ نغمہ نے  
کہ ”نغمہ نے راز“ اور رازِ نغمہ نے

۱۳۶۳ھ ۱۳۶۳ھ

(۳)

اس گلستانِ سخن کے آگے  
ایک مصرع میں ہیں دو تاریخیں  
کیا بہار چمن اور اس کی بساط  
”سنبستانِ سخن“، ”باغِ نشاط“

۱۳۶۳ھ ۱۳۶۳ھ

(۴)

چو دیوانِ کلامِ راز شد طبع  
بر آمد سالِ طبع از ”عالمِ پاک“  
”بنام شاہد نازک خیالاں“  
”عزیز خاطر آشفته حالاں“

۱۶۴

۱۶۴ + ۱۷۸۰ = ۱۹۴۴ء

(۵)

دیواں سے ملا سراغِ فیض  
کہئے تاریخ، ”باغِ فیض“

۱۹۴۴ء

(۶)

”تاریخ یہ مجمع لطافت کہئے“

۱۹۴۴ء

اک مخزن انوار شریعت کہئے

۲۰۰۱ بکرمی

آراستہ بستان طریقت کہئے

۱۹۴۴ عیسوی

کہئے کیا شاعری، کرامت کہئے

۱۳۶۳ ہجری

رنگِ طربِ رازِ حقیقت کہئے

۱۳۵۲ فصلی

(۷)

یہ تاریخ اک نعمت سرمدی ہے کہ ”جو شعر ہے دولت سرمدی ہے“

۱۳۶۳ھ

(۸)

دل و نظر ہیں یہاں دونوں بے خود و حیراں

نظر کا آئینہ خانہ ہے، دل کا مے خانہ

یہ چار سال لکھے ہیں جدید صنعت سے

وہ ماہِ اوج نگارش وہ نظم شاہانہ

فصلی

۱۳۵۲ + ۱۱

ہجری

۱۳۶۳

+ ۵۸۱

عیسوی

۱۹۴۴

+ ۵۷

بکرمی

۲۰۰۱

(۹)

واقف ہے جو محرم سخن ہے

”آرایش عالم سخن“ ہے

۱۳۶۳ھ

کیا کیا ہے کمالِ لفظ و معنی

تاریخ طباعت و اشاعت

(۱۰)

سال طبع لطیف "رازِ نیاز" کہئے، سحر زبان حضرت راز

۱۹۴۴ء

از کمترین نیاز آگیں حامد حسن قادری

۱۳۶۳ھ

تاریخ وفات قدسیہ سلطانہ

جنوں فزل ہے جواں مرگ قدسیہ تراغم  
سنی جو دل نے تری مرگ ناگہاں کی خبر  
کہ تار تار ہے جیبِ دل اور دامنِ جاں  
کہا: "بلائے خزان بہار گلشن جاں"

۱۳۶۳ھ

(۲)

قدسیہ سلطانہ درخلد است با جاں آفریں

۳۳۴ + ۶۳۴ + ۳۹۵ = ۱۳۶۳ھ

تاریخ وصال جامع کمالات

۱۹۴۴ء

"سیٹھ نور محمد حاجی عبدالکریم فردوس آشیانی"

۱۹۴۴ء

سیٹھ نور محمد از دنیا  
نقشبندی جماعتی بودہ  
قبلہ عالم علی پوری  
قلب مرحوم رابلطف و کرم  
اوہم اندر مجتہد ہمہ عمر  
رفت اندر جوار رحمانی  
کہ برو بود لطف یزدانی  
مرشد بے مثال و لاثانی  
داد از ذکر حق درخشانی  
صرف کردہ بعالم فانی

تادم مرگ ذکر جاری بود باد قبرش ہمیشہ نورانی  
 قادری سال رحلتش گفتہ  
 جنت خلد باد ارزانی  
 ۱۳۶۳ھ

تواریخ وفات

برائے

”لحد پاک دل حاجی صوفی ناصر علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ“

۱۹۴۴ء

”فرزند دوم والا گہر صوفی احمد خان صاحب مرحوم“

۱۹۴۴ء

”محسن آفاق مالک مطبع مفیو عام واقع کوچہ حکیمان آگرہ“

۱۳۶۳ھ

حاجی ناصر علی خان صوفی اخلاص کیش  
 پردہ فرما کر جہاں سے خلد میں ہیں جاگزیں

ان کا خلق، ان کی دعائیں، ان کا زہد، ان کی نماز  
 یادگاریں تھیں سلف کی، ساتھ ان کے مٹ گئیں

قادری تربت پہ ان کی ثبت کرنے کے لئے  
 پیش کر تاریخ ”فی جنات عدن خالدین“

۱۳۶۳ھ

حاجی ناصر علی خان صاحب کی ۸۰ سال سے زیادہ عمر تھی مگر ہر نماز کے لیے  
 مسجد جاتے تھے۔ میں جب ۱۹۴۱ء میں ان کے محلے میں آکر رہا تو ان سے

روز آنہ ملاقات ہوتی رہی۔ مرحوم کی عادت تھی کہ جس کسی سے جس وقت ملتے دیر تک خیریت پوچھتے اور دیر تک لمبی چوڑی دعائیں کرتے اس کے لیے بھی اور تمام مسلمانوں کے لیے۔ میں نے ان کی لمبی دعاؤں پر قرآن مجید کے الفاظ سے تاریخ نکالی تھی۔

### فدودعاء عریض

۱۹۴۱ء

### تاریخ وفات

پاک جاں، پاک نفس، روشن دل طبع روشن سے اس کی، مہر نجل شوہر و اقربا کا دل گھائل حسب حکم مکرم فاضل۔ سال ہجری میں مصرع کامل ہے بہشت نعیم میں داخل	نیک خو صابر النساء بیگم روئے خنداں سے اس کے گل محبوب کیوں نہ ہو آہ اس کے مرنے سے اس کی تاریخ قادری نے لکھی تعمیر عیسوی و سمبت میں پاک دل، صابر و ہنر آگاہ
۱۳۶۳ ہجری	۵۸۱

۵۸۱

۱۹۴۴ عیسوی

۵۷

۲۰۰۱ سمبت بکرمی

اب دس سال کے بعد بالکل یاد نہیں آتا کہ ”مکرم فاضل کون تھے ۲۳-۱۱-۵۳ء

### تاریخ وفات

فرمانی بیگم ایسی تھیں نیک و پاک باطن  
دیں گے ملائکہ بھی روزِ جزا گواہی

رحلت کو ان کی سکر لکھی ہے قادری نے  
تاریخ بھی دعا بھی، ”اغفر لها الہی“

۱۳۶۳ھ

داروغہ احمد اللہ خان صاحب (قاضی گلی) کی خوشدامن

تواریخ عطاءے خلافت چشتیہ نیاز یہ و ملازمت سیٹھ چھٹانی بمبئی

بہ حاجی مولوی شفیع الرحمن صاحب پچھراپونی

شفیع آج تم پر ہوئی خاص رحمت مبارک مبارک  
کہ تم کو ملی دین و دنیا کی دولت مبارک مبارک  
بلاشبہ پایہ بڑا تم نے پایا مبارک خدایا  
ہے تاریخ: ”یہ نوکری و خلافت مبارک مبارک“

۱۹۴۴ء

(۲)

یہ کیوں دل شاد سے نہ نکلے نکلے ہیں تمہارے دونوں میٹھے

۱۳۶۲+۱=۱۳۶۳ھ

(۳)

زیبا نکلا یہ سال بہجت ”زیبائی درجہ خلافت“

۱۳۶۳ھ

(۴)

حاجی شفیع الرحمن پر ہے، بے شبہ بے حد لطف الہی  
تاریخ حامد لکھ: ”ہے خلافت امداد ایزد لطف الہی“

۱۳۶۳ھ

(۵)

اوشدز نوکری و خلافت چو فیض یاب

تاریخ گفتہ ایم کہ: ”خرمائے باثواب“

۱۳۶۳ھ

(۶)

لیجیے دونوں کی تاریخ جناب

”شکر آمیزی خرما و ثواب“

۱۹۴۴ء

(۷)

ملتا جو پچھلے سال ہی یہ درجہ رفیع

کہتا کہ: ”نوکری و خلافت ملی شفیع“

۱۹۴۳ء

تاریخ وفات

(بفرمایش ڈاکٹر ابرار حسین صاحب پچھرا یونی ازدہلی، قبول باغ دفتر رسالہ برہان  
”آرام گاہ پاکیزہ طینت سید محمود شمسی“

۱۳۶۳ھ

محمود کی مرگ ناگہاں سے  
اس کا گرنا تھا دل کی افتاد  
تھا بارہ برس کا قصر ہستی  
تاریخ لکھی یہ قادری نے  
دل ہی افسردہ ہو گیا آہ  
بے موت ہی مردہ ہو گیا آہ  
کیوں کر نم خوردہ ہو گیا آہ  
”غنیچہ پڑ مردہ ہو گیا آہ“

۱۳۶۳ھ



باسمہ تبارک و تعالیٰ عزوجل

تربت معین

۱۳۶۲ھ

مولانا حاجی عابد حسن صاحب فریدی جماعتی نور اللہ مرقدہ

۱۳۶۲ھ

خلیفہ مجاز کعبہ دو جہاں قبلہ عالم علی پوری ارواحنا فدائہم

۱۹۴۵ء

فی الجنت خلدین فیہا

سورہ ۱۳۶۲ھ ہود

عابد و شیخ ہادی عارف      زاہدے صادق تقا مرآت

۱۳۶۲ھ

۱۳۶۲ھ

سالک کامل فنا فی الشیخ      قطب ربّانی، ارفع الدرجات

۱۳۶۲ھ

۱۳۶۲ھ

عاشق مصطفیٰ و رمز شناس      روح عشاق محب برکات

۱۳۶۲ھ

۱۳۶۲ھ

آمدہ ہم ز عشق پیر شرف      اشرف الناس کامل الحسنات

۱۳۶۲ھ

۱۳۶۲ھ

کرم و فضل صاحب لولاک      باد با جاہ ضامن جنات

۱۳۶۲ھ

۱۳۶۲ھ

از اقل العباد حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی کان اللہ

۱۹۴۵ء

یہ لوح مزار کی نقل ہے جو درگاہ سیدنا امیر ابو العلاء رحمۃ اللہ علیہ کے باہر کربلا کے میدان میں واقع ہے وفات ۴ جمادی الآخرہ ۱۷۱۷ھ کو ہوئی۔

قطعہ کے پہلے شعر میں فریدی صاحبؒ کے چاروں فرزندوں کے نام نظم ہوئے ہیں۔ (۱) زاہد (۲) عارف (۳) صادق (۴) ہادی

تاریخ وفات مولانا سراج الاسلام صاحبؒ امام مسجد جامع آگرہ مرحوم کی وفات سے تقریباً پچاس سال بعد اکتوبر ۱۹۴۵ء میں یہ تاریخ لکھی گئی۔ مرحوم کے عزیز علیم الدین صاحب۔ مرحوم، امام مسجد جامع نے اپنے بھائی کلیم الدین مرحوم، طالب علم سینٹ جانس کالج کے ذریعہ سے مجھ سے تاریخ کی فرمائش کی تھی مزار پر لوح کرنے کا ارادہ تھا۔ اس لیے میں نے یہ دو تاریخیں بھی قطع کے اوپر لکھ کر بھیج دی تھیں۔

ان العاقبة للمتقين

۱۳۱۵ھ

غفر له

۱۳۱۵ھ

یہ تاریخیں کسی نے سر سید احمد خاں کے لیے کہی تھیں اور ان کے مزار پر لکھی ہوئی ہیں۔

نور اسلام کا پھیلا ان سے  
قدوہ اہل صفا تھے بیشک  
خدمت مسجد جامع کی ہے  
روح پر ان کی خدا کی رحمت  
ہو خدا کا کرم خاص ان پر  
نام صادق تھا سراج الاسلام  
نیک دل، نیک صفت، نیک انجام  
حق تعالیٰ سے ملے گا انعام  
جنت خلد میں ان کا ہو مقام  
ان کا بھی خلق پر احسان تھا عام

قادری اس لئے ہے سال وفات  
محسن خلق سراج الاسلام

۱۳۱۵ھ

تاریخ اشاعت ”زینت کربلا“ (سیرت بی بی زینبؓ) مصنفہ یوسف مسیح  
آغا شہر لکھنوی

زینت کربلا میں لکھی ہے  
اسوۂ بنت سیدہؓ ہے یہ  
ہر مسلمان بہن، بہو، بیٹی  
کام اچھے ہوں چال ڈھال اچھی  
اس سے بہتر نہیں کوئی زینت  
نئے فیشن کی لگ رہی ہے جو آگ  
نیم عریاں و سر بسر آزاد  
اب تو دیدہ ہوئی ایسا ہے  
ڈھل گیا ایسا آنکھ کا پانی  
شہر لکھنوی! جزاک اللہ!  
نام دنیا کا، کام عقبے کا

سیرت زینبؓ سپہر وقار  
سب سے اعلیٰ نمونہ کردار  
سیکھے اپنے لیے یہی رفتار  
کہ ہے اسلام کا یہی معیار  
اس سے بڑھکر نہیں ہے کوئی سنگھار  
وقتا رہنا عذاب النار  
یہ نہ تھا اگلی بی بیوں کا شعار  
کہ ہوا کھاتے ہیں سر بازار  
کہ وہ پہنچا ہے اب سمندر پار  
خوب تم نے کتاب کی تیار  
اب ہے دونوں جہاں میں بیڑا پار

اس رعایت سے یہ ہوئی تاریخ  
ہے یہ اشہر، بیک کرشمہ دوکار

۱۳۶۲ھ

تاریخ وفات

”لڈپاک نیک نام خدیجہ شہزادی بیگم صاحبہ“

۱۳۶۲ھ

”زوجہ محترمہ محسن زماں حکیم محمد علی صاحب آزاد“

۱۳۶۲ھ

کر کے آزاد کو پابند الم  
قادری، ہے یہی تاریخ وفات  
غم سے آزاد گئیں جنت کو  
کردعا: ”حور ملے خدمت کو“

۱۳۶۲ھ

(۲)

رحمت حق بر روح خدیجہ مرقد او نورانی بادا  
 قادری آمد سال وفاتش جنت خلد ارزانی بادا  
 یہ تاریخیں خان بہادر بخشئی مصطفیٰ علی خان صاحب بنگلوری کی فرمائش سے  
 لکھی تھیں مگر حکیم محمد علی آزاد سے ۳۵ سال قبل میرا یہ تعلق رہا ہے کہ  
 آزاد میسور سے ایک رسالہ ”صبح بہار“ نکالتے تھے۔ ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۱ء سے  
 میرے مضامین نظم و نثر بھی اس میں شائع ہوتے تھے۔ رسالے میں ان  
 مضامین کے تراشے میرے پاس محفوظ و مجلد ہیں۔

”تاریخ نامہ رحلت“

۱۹۳۵ء

”مرقد علامہ منشی محمد الدین صاحب فوق“

۱۳۶۲ھ

آہ منشی محمد الدین فوق  
 بود صاحب نظر، ادیب شہیر  
 در فنون صحافت و تاریخ  
 دل پنجاب و راج کشمیر است  
 قادری، سال رحلت مرحوم  
 بر جگرہا نشاند داغ وفات  
 شاعر و بذلہ سنج و خوش اوقات  
 فکر او ہم کمال را مرآت  
 مضطرب از وفات غم آیات  
 گفتہ ام: ”باد فیض یاب نجات“

۱۳۶۲ء

قلت تاریخ فوتہ ایضاً

مطمئن الخلود فی جنات

۱۳۶۲ھ

(۲)

آنکہ شد عشق محمد دین و ہم ایمان او  
چوں بہ حنت رفت، گفتا قادری سال وقت  
فوق بودو فائقان دہر را سر آمدہ  
فخر اہل دانش پنجاب و کشمیر آمدہ

۱۹۴۵ء

تاریخ وفات مولوی عبدالرؤف، ویل، لشکر، گوالیار  
شیخ عبدالرؤف والا شاہ  
کرد آباد گلشن فردوس  
ہر کیہ دیدہ بہار طبع و دلش  
رفتش از یاد گلشن فردوس  
قادری گفت سال رحلت او  
کہ: "خدا داد گلشن فردوس"

۱۳۶۲ھ

تاریخ طبع کتاب اشہر لکھنوی

جدت اشہر پہ حامد مرحبا  
لکھدیا ان ذاکروں کا تذکرہ  
ہمت اشہر پہ حامد آفریں  
ذکر میں عمریں جنھوں نے وقف کیں  
ہے زبانِ ذاکریں پر جن کا ذکر  
کوئی ثانی ان کا پاکی میں نہیں  
کیوں نہ ہو دل پاک، ذکر پاک سے  
پاک وہ ذاکر بھی ٹھہرے بالیقین  
ہے یہ ذکر ذاکرین ذکر پاک  
سال ہے: "پاکیزہ ذکر ذاکریں"

۱۹۴۶ء

بسم ربی العظیم

۱۳۶۵ھ

بیان للناس وهدی وموعظة للمتقين

۱۹۴۶ء

سرورق از جامع توارخ

۱۹۴۵ء

مرتبہ بندہ عاصی حامد حسن قادری

۱۳۶۵ھ

لوامع توارخ

۱۳۶۴ھ

”عروس سخن گنجینہ کلام از رسول بیگم صاحبہ بیدل بدایونی“

۱۹۴۵ء

”بیگم جناب ڈاکٹر رفعت حسین صاحب صدیقی“

۱۹۴۶ء

الہام عروس سخن بیگم رفعت

۱۹۴۵ء

حور جنال عروس سخن

۱۳۶۴ھ

ادب و شعر کا کھلا گلشن  
اس کا منشا نہیں نمائش فن  
مدعا رہبری اہل وطن  
جن کو مرغوب ہے نیا فیتن  
جیسے کپڑوں میں ان کا نازک تن

ہوئی آراستہ عروس سخن  
اس سے مقصد نہیں ہے دعویٰ شعر  
اس کا منشا رفاہ نسواں ہے  
یہ ہدایت ہے ایسی بہنوں کو  
جو ہیں نظموں میں اپنی یوں عریاں

یہ عروس سخن نمونہ ہے  
 اس میں ایسا ہے نور ایمانی  
 اس میں ایسی ہے پاکی و عفت  
 اس میں ایسی ہے سادگی کہ جسے  
 لیکن اس سادگی میں ہے وہ خلوص۔  
 کہ ہو ایسا ہی شاعری میں چلن  
 جس کے دیکھے سے جان و دل روشن  
 جس سے ہے شعر نو تہی دامن  
 نئی دنیا کہے گی طرز کہن  
 جس پہ قربان ہیں ہزاروں فن  
 اس لئے قادری، یہ ہے تاریخ  
 سادگی زیورِ عروس سخن

۱۳۶۲ھ

یہ تاریخیں سال ترتیب اور سال طباعت دونوں کی ہیں اس لیے دونوں سنہ نکالے ہیں۔

(۲)

دیکھنا بیگمِ رفعت کا یہ مجموعہ نظم  
 ادب و خلق کی آراستہ اک محفل ہے  
 اس کی تاریخ ہے کیا؟ کوئی جو پوچھے تو کہو  
 کہ: ”عروس سخن آئینہ درد دل“ ہے

۱۳۶۲ھ

(۳)

این است فروغِ شمعِ بزمِ نسواں  
 تاریخِ طباعتِ کلامِ بیدل  
 ایں عالمِ شعر را بہارِ چمن است  
 ”آراستہ پیکرِ عروس سخن“۔ است

۱۹۴۵ء

## مخازن التوارخ

۱۹۳۶ء

”خونابہ دل“ مجموعہ کلام مقبول از طبع نور جہاں بیگم نور بدایونی

۱۹۳۶ء

(۱)

سوز الم و گداز غم سے ٹپکا  
خونابہ دل آج قلم سے ٹپکا

۱۳۶۴ھ

جو نور جہاں کی چشم نم سے ٹپکا  
تاریخ میں قادری، حقیقت لکھ دو

(۲)

جلوے میں ہے برق طور خونابہ دل  
تاریخ ہے: شمع نور ”خونابہ دل“

۱۳۶۴ھ

دیکھیں اہل شعور خونابہ دل  
دل کا سوز اس میں درد کی اس میں چمک

(۳)

خوبیاں، کیا باطنی، کیا ظاہری  
اختراع طبع زاد شاعری

۵۸۱ + ۱۳۶۵ھ

۱۹۳۶ء

قادری خونابہ دل میں ہیں سب  
عیسوی، ہجری ہیں دونوں سال طبع

(۴)

پڑھئے تو ملے عجب غم آمیز سرور  
تاریخ ہے: ”خونابہ دل آیت نور“

۱۳۶۵ھ

بے لطف سخن بھی، درد دل کا بھی و نور  
حاصل ہے سرور دل کو، نور آنکھوں کو



(۵)

کیوں اہل نظر کو ہونہ حیرت  
 ”خونابہ دل“ ہوا جو شائع  
 یہ شعر و سخن کی ہے کرامت  
 تاریخ ہے: ”رشمہ بلاغت“  
 ۱۹۴۶ء

(۶)

کہیں حمد خونابہ دل میں ہے  
 تو اے قادری کچھ یہ بیجا نہیں  
 کہیں نعت ہے اور کہیں منقبت  
 کہ تاریخ ہے: ”ثمرہ آخرت“  
 ۱۹۴۶ء

### تاریخ وفات

حضرت شاہ کبیر عالم . ہیں جداہم سے مگر واصل ذات  
 سال رحلت کا جو عادل ہے خیال . کہدو: ”عارف صفت پاک حیات“  
 ۱۳۶۳ھ

(بفرمائش مولوی صاحب و ادخال صاحب ازالہ آباد)

### تاریخ وفات جناب سائل دہلوی

”بزم احباب“ جے پور نے ۲۴ فروری ۱۹۴۶ کو یوم سائل منایا تھا اس کے  
 سکرٹری مصباح الدین عثمانی نے مجھے بھی شرکت کی دعوت دی تھی اور  
 اشتہار بھیجا تھا۔ اس میں مشاعرہ کی طرح یہ تھی۔

”جناب داغ کے داماد ہیں اور ولی والے ہیں“

مجھے ۲۱ فروری کو دعوت نامہ مطبوعہ کالج میں ملا۔ میں نے اسی وقت اسی  
 کاغذ کی پشت پر یہ قطعہ تاریخ لکھ دیا۔ مصرع تاریخ میں تعمیر کی ضرورت تھی  
 اس لیے سکرٹری ”مصباح“ کے نام سے کام لیا اور بھیج دیا۔

حضرت سائل کا ماتم ہو رہا ہے بزم میں  
ہم یہاں غمگین ہیں، وہ خلد بریں میں شاد ہیں

دھوم تھی سائل کی اک دلی میں کیا، کل ہند میں  
ان کا پڑھنا یاد ہے، پڑھنے کے تیور یاد ہیں

قدر داں رنگ دہلی، سب ہیں ان کے قدر داں  
ان کے قائل ہیں جو طرز داغ کے نقاد ہیں

داغ کے ہم رنگ، ہمدم، ہم زبان، ہم خانداں  
ہیں جہاں استاد کے شاگرد، خود استاد ہیں

یہ نکلتا ہے دل مصباح سے سال وفات  
”دلی والے ہیں جناب داغ کے داماد ہیں“

$$۱۳۶۲ + ۲ = ۱۳۶۴ھ$$

۱۹۰۷ء میں ریاست رام پور میں ہوم سکریٹری مصطفیٰ علی خاں شرر  
کے اہتمام سے نہایت شاندار مشاعرہ ہوا تھا میں نے وہاں سائل صاحب کو  
پہلی اور آخری مرتبہ دیکھا اور سنا تھا میں ہائی اسکول رام پور میں دسویں درجے  
میں پڑھتا تھا۔ سائل صاحب کا لباس و حلیہ بہت دلچسپ تھا۔ گول کامدار ٹوپی  
اوڑھے ہوئے تھے جس کے گرد سائل صاحب کا نام کڑھا ہوا تھا اور دور سے  
پڑھا جاتا تھا پڑھنے کا نیم ترنم ان کے اس شعر کا انداز اب تک یاد ہے۔

کیا عجب گو میں سمیٹوں عاقبت کے بورے  
میں نے دیکھے ہیں پس شام الم دیدار صبح

## تاریخ وفات

جواں مرگی انعام خوش اخلاق ربودہ قوت جان و تن ما  
بگو انور تاریخ وفاتش "خزانے آمدہ در گلشن ما"

۱۳۶۳ھ

بفرمایش مولوی صاحب داد خان صاحب ان کے لڑکے انور کا نام لکھ دیا ہے۔

## تاریخ وفات

لحد رضانی شاہ تیلی ولی

۱۹۴۵ء

تیلی جو بڑے ولی تھے رضانی شاہ پردہ ہم سے انھوں نے فرمایا ہے  
اے قادری، انکی لوح تربت کے لیے تاریخ ہے: "وصل ذات حق پایا ہے"

۱۳۶۴ھ

مرحوم تیلی پاڑہ عالم گنج (لوہا منڈی) میں رہتے تھے میں بھی اس محلے میں حویلی  
عالم خاں میں تھا۔

## تاریخ وفات حافظ احمد اللہ صاحب تاجر چرم کانپور

وحید عصر حافظ احمد اللہ جہاں سے کر کے پردا، خلد میں ہیں  
یہ لکھ دو قادری، تاریخ رحلت کہ: "اب آرام فرما خلد میں ہیں"

۱۳۶۵ھ

## تحریر غم فزا

۱۹۴۶ء

مرزا پاک طبع منشی سعید احمد صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۴۶ء

پاک سیر مینیجر شعیب محمدیہ کالج آگرہ

۱۳۶۵ھ

(تاریخ از کلام پاک ایزدی)

۱۳۶۵ھ

رحمة اللہ قریب من المحسنين

۱۳۶۵ھ

(تاریخ دیگر مطول از قرآن مجید)

۱۹۴۶ء

من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى

۱۹۴۶ء

(سورہ نازعات پارہ ۳۰)

## بقية التواريخ

۱۳۶۵ء

(۱)

مات سعيد احمد مارہری کان سعيدالدھر صفياً  
 کان كريم لخصلة طبعاً عاش تقياً مات نقياً

جاء نداء في تاريخ  
 عاش رشيداً مات زكياً

۱۳۶۵ھ

(۲)

دل ہی کیا ساتھ گیا تیرے سعيد احمد، آہ!  
 دوستوں کے نہ رہے ہوش بجا تیرے بعد

خاک اب آگرہ میں اڑتی نظر آتی ہے  
 گئے فضل و کرم و مجد و علا تیرے بعد

سوگوار انجمن و مدرسہ و کالج ہیں  
 علم و تعلیم ہے اور شغل بکا تیرے بعد

عشق دین، عشق ادب، عشق خدا، عشق رسول  
 یادگار اب یہ ترا عشق رہا تیرے بعد

”دود آہ“ آے نکل، میں جو یہ تاریخ کہوں

۲۰

شعلہ عشق سیہ پوش ہوا تیرے بعد

۱۹۶۶-۲۰=۱۹۴۶ء

”منصب صبر و رضا کے کوئی قابل نہ رہا“

۱۹۴۶ء

یہ بھی اک مصرع تاریخ سنا تیرے بعد  
 قادری نے بھی یہ تاریخ کہی آہ کے ساتھ

۶

آج ہے تعزیت مہر و وفا تیرے بعد

۱۹۴۰ + ۶ = ۱۹۴۶ء

اس قطعہ کی تاریخوں میں غالب کے مصرعوں کا تصرف ظاہر ہے۔

(۳)

اک صاحب دل نے پردہ فرمایا ہے  
 لکھ دو کہ: ”وصال ذاتِ حق پایا ہے“

۱۳۶۵ھ

آج آگرہ پر جو ابر غم چھایا ہے  
 مرقد پر پیشی سعید احمد کے

(۴)

سپہر کرامت کے تھے نجم ثاقب  
 کرم شیوہ ذی شانِ عالی مناقب

۵۸۱ + ۱۳۶۵ھ

۱۹۴۶ء

سعید احمد نیک دل، پاک سیرت  
 یہ ہیں ہجری و عیسوی سال رحلت

(۵)

منشی سعید احمد مارہروی گئے  
 لے کر چراغ ڈھونڈھنے اب ایسا باصفت

خلقِ خدا کے دل میں، گھران کا تھا قادری  
 پھر کیوں خدا کے پاس نہ ہو قدر و منزلت

	فصلی و ہجری عیسوی و بکری ہیں سال	
	ہاں	شیوہ کرم ہوا سامان آخرت
فصلی	۱۳۵۳	+ ۱۲
ہجری	۱۳۶۵	+ ۵۸۱
عیسوی	۱۹۴۶ء	+ ۵۶
بکری	۲۰۰۲	

تواریخ کتاب "فکر و نظر" مرتبہ شبلی بی کام مدیر "خیام" لاہور

(۱)

چنو ہر علم و فن کے موتیوں کو  
 کرو شائع نئے "حرف و حکایت"  
 جو سال طبع پوچھو قادری سے  
 اور ان سے دامن خیام بھردو  
 ہنر کو اپنے شبلی عام کردو  
 تو کہدے: "دعوت فکر و نظر دو"

۱۹۴۶ء

(۲)

اپنی فکر و نظر کو چھوڑ کر  
 ہیں یہ نکتے ثبوت علم و ادب  
 خوب سوچا ہے، خوب لکھا ہے  
 قادری نے لکھی ہیں تاریخیں  
 "چمن اخترع" ہجری سال  
 کھولی شبلی نے راہ فکر و نظر  
 ہیں یہ صفحے گواہ فکر و نظر  
 پائی ہے کیا، نگاہ فکر و نظر  
 ہے مگر عذر خواہ فکر و نظر  
 عیسوی: "دستگاہ فکر و نظر"

۱۹۴۶ء

۱۳۶۵ھ

تاریخ وفات شمیم فردوس ہمیشہ مسرور حسن خاں، ایم اے ایل ایل بی  
زندہ جاوید ہے مرکز شمیم موت بھی اک زندگی کا نام ہے  
مصرع یہ اقبال سے نکلا ہے سال خواب بیداری کا اک پیغام ہے

۱۹۴۶ء

مسرور نے اقبال کا ایک شعر سنا کر اس سے تاریخ نکالنے کی فرمائش کی تھی  
مرحوم کو وہ شعر پسند تھا۔ مجھے یاد نہ رہا۔

تاریخ نقد و تنقید کمال سخن

۱۳۶۵ھ

۱۳۶۵ھ

”محبت قدیم شاعر یکتا جناب محمد عبداللہ صاحب بیدل بیکانیری“

۱۹۴۶ء

”تلمیذ القدیم“

۱۳۶۵ھ

”عالی گہر مولانا وحید الدین صاحب بخود دہلوی“

۱۳۶۵ھ

”جانشین استاد داغ دہلوی“

۱۹۴۶ء

بیدل ہیں سنخویر یگانہ  
”باغ فردوس“ جنت گوش  
”باغ فردوس“ گل ہے بے خار  
ہر طالب منزل سخن کو  
دہلی کی زبان کا جو حق تھا  
ہے مملکت سخن میں گویا  
ہے اس پہ گواہ ”باغ فردوس“  
فردوس نگاہ ”باغ فردوس“  
بے داغ ہے ماہ ”باغ فردوس“  
ہے ہادی راہ ”باغ فردوس“  
ہے اس کا نباہ ”باغ فردوس“  
پروانہ شاہ ”باغ فردوس“



اس باغ سخن کو کون چھوڑے ہو سامنے خواہ باغ فردوس  
تیرے پھولوں کو کون دیکھے تو لاکھ سراہ باغ فردوس!  
مقبول سخنوراں رہے گا انشاء اللہ ”باغ فردوس“  
ساری تنقید کا خلاصہ تاریخ ہے: واہ ”باغ فردوس“!

۱۳۶۵ھ

بیدل مرحوم میرے پیر بھائی تھے۔ اپنے دیوان ”باغ فردوس“ پر تنقید لکھنے کی  
مجھ سے فرمائش کی تھی میں نے یہ تاریخی تنقید لکھ کر بھیج دی تھی۔

تواریخ

لوح الحد مزار رفیق حسن زبیری مرحوم

۱۳۶۵ھ

یاغفور یا مجید

۱۳۶۵ھ

ان للمتقين جنات النعیم

۱۳۶۵ھ

گیا رفیق حسن آہ دہر فانی سے  
غم مسرت و پرویز و صدمہ سرتاج  
اسیر غم میں نذیر و ضیاء و معراج آہ  
یہ قادری کی دعا ہے یہی ہے سال وفات  
الہی اس کی لحد اپنے نور سے بھر دے  
وہ جاں گزرا ہے کہ قلب و جگر کاخوں کر دے  
الہی ان کو بھی تسکین قلب مضطر دے  
الہی اس کو جو ار شفیع محشر دے

۱۳۶۵ھ

مرحوم کے بھائی ضیاء الدین زبیری صاحب، انکم ٹیکس افسر، کان پور نے  
محمد طاہر فاروقی کی معرفت تاریخ کی فرمائش کی تھی۔ نذیر حسن مرحوم کے والد  
اور سرتاج بیگم مرحوم کی اہلیہ، باقی اعزہ اقارب۔

(۲)

جہاں ہے آنکھوں میں مرگِ رفیق سے تاریک  
 ہوا غروبِ مہِ کاملِ نذیرِ حسن  
 یہ دونوں سال ہیں ہجری و عیسوی یکجا  
 نہیں عنایتِ رنجِ دلِ نذیرِ حسن

۵۸۱ + ۶۱۳۶۵

۱۹۴۶ء

(۳)

رفیقِ حسن ہی کے دم سے تھی لاریب  
 اگر قادری، تم کو ہے فکرِ تاریخ  
 سپہرِ مسرت پہ معراجِ سرتاج  
 تو کہدو: گیا آہِ سرتاجِ سرتاج

۱۳۶۵ھ

تواریخِ وفات برادرِ مکرم مولوی مختار احمد صاحب پچھرا یونی

(۱)

فریدِ دہر ہو مختارِ بھائی  
 تمہارا سالِ رحلتِ قادری نے  
 انیس سید ابرار ہو گئے  
 یہ لکھا: "خُلد کے مختار ہو گئے"

۱۹۴۶ء

(۲)

شامل اُن میں ہو گئے مختارِ تم  
 جن کو کہتا ہے خدا: "یعفرِ لھم"

۱۳۶۵ء

(پہلے قطعہ میں مرحوم کے اعزہ کے نام ہیں۔ فرید احمد اور ابرار احمد اُن کے بھائی  
 انیس احمد فرزند۔)

## تاریخ وفات خالہ کنیر فاطمہ صاحبہ مرحومہ

۲۸ مارچ ۱۹۴۱ء ۲۹ صفر ۱۳۶۰ھ، بروز جمعہ پچھرا یوں میں انتقال کیا۔ خاندان کے شجرات و واقعات کار جسٹریٹریکھنے سے معلوم ہوا کہ مرحومہ کی زندگی میں جمعہ کا دن خاص تھا یعنی جمعہ کو پیدا ہوئیں، جمعہ کو نکاح ہوا۔ جمعہ کو بیوہ ہوئیں۔ جمعہ کو وفات پائی۔ سبحان اللہ۔ اسی سے یہ تاریخ نکلی۔

مرنا، جینا، نکاح، بیوہ ہونا سب میں جمعہ ہے کار فرما دائم تاریخ وفات اس لیے یہ نکلی "تاریخ حیات میں ہے جمعہ لازم"

۱۹۴۱ء

(۲)

بڑی زندہ دل تھیں، بڑی خوش مزاج کہ رہتا تھا اک باغ گھر میں کھلا گئیں خالہ جنت کو، امید ہے کہ۔ "اب پائیں گی قرب خیر النساء"

۱۳۶۰ھ

## تاریخ وفات مولوی ظہور احمد صاحب پچھرا یونی

(تاریخ ۲۲ اپریل ۱۹۴۱ء، ۲۲ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ)

کرتے ہیں سفر وہ منزل جنت تک کہتا ہوں: "ظہور احمد اللہ معک"

۱۳۶۰ء

یہ تاریخیں بعد کو نظر آئیں۔ اس لیے یہاں بے ترتیب درج ہو سکیں۔

## تواریخ

مولوی ضیاء الرحمن صاحب کے ہاں دو لڑکیاں توأم پیدا ہوئیں۔ بھر لو جھولی خوب، چاہو جب ضیا دین میں اس کی گئی ہے کب ضیا جو کہادائی نے، وہ تاریخ ہے یعنی: "توأم پچیاں لو اب ضیا"

۱۳۶۳ھ

۱۸ روز کے بعد میں دونوں بچیاں یکے بعد دیگرے ذخیرہ آخرت ہو گئیں  
یہ دونوں ہو گئیں اجرا و ذخراً  
۱۹۴۴ء

تاریخ اختتام جنگ عظیم (مئی ۱۹۴۵ء): ”صد شکر جنگ یورپ ختم“  
۱۹۴۵ء

تاریخ آغاز یہ تھی: ”جنگ عظیم آتشِ فساد“  
۱۹۳۹ء

تاریخ وفات عم بزرگوار مولوی محمد صدیق صاحب:  
”داخل جنت چچا صدیق ہیں“  
۱۳۶۴ھ

(۹ جون ۱۹۴۵ء ۲۷ جمادی الاخریٰ کو وفات ہوئی)  
تاریخ وفات ضیاء الحق صدیقی (۲۲ اپریل ۱۹ جمادی الاول)  
(۱) (۲)

ضیاء الحق غریقِ چشمہِ رحمت	قرب الہی میں ضیاء الحق ہیں
۹۹۶ + ۹۵۰	۹۹۶ + ۹۵۰
۱۹۴۶ء	۱۹۴۶ء

تواریخ نکاح ثالث برادر مکرم حاجی مولوی محمود علی صاحب قبلہ بچھرا یونی  
(بتاریخ ۲۰ جون ۱۹ رجب المرجب)  
(۱)

عقد بھی، سال عقد بھی مسعود کہ، ”بندھا عقد ثالث محمود“  
۱۳۶۵ھ

(۲)

تاریخ میں جو کہو وہ سب ہے ”پیمانہ ثالثِ طرب ہے“

۱۳۶۵ھ

(۳)

یہ سنا دیجئے دو تازیخیں یہ تو کیا پوچھئے یہ شوق ہے کیوں  
”تیسری مرتبہ لطفِ صحبت“ ”تیسری مرتبہ عشقِ مجنون“

۱۹۴۶ء

۱۹۴۶ء

تاریخ وفات مولوی حامد علی صاحب پچھرا یونی

۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء ۲۷ شوال جمعہ

نور مرقدہ وجعل الجنة مثونه

۱۳۶۳ھ

تاریخ وفات مقبول الرحمن غرزند مولوی نور الرحمن صاحب

۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء ۲۷ ذی الحجہ جمعہ

فی وجہہ نضرة النعیم

۱۳۶۵ھ

مقبول الرحمن ہیں داخل آج جوار رحمت میں

۵۰۷ + ۸۵۸

۱۳۶۵ھ

”مطلع تواریخ“

۱۳۶۶ھ

”مقدس“ وحی منظوم“ مترجم“

۱۹۴۷ء

”از کلام بدیع حضرت سیماب اکبر آبادی“

۱۹۴۷ء

قل سبحنه: صحفاً مطهرة فيها كتب قيمه

۱۳۶۶ھ

شہرے کیا کیا ہیں اس صحیفے کے  
ترجمہ ہے کلام باری کا  
فکر سیماب کی کرامت سے  
دل کشی، دل بری، دل آویزی  
آئیں ارباب فکر و اہل نظر  
ہند میں ہیں مچی ہوئی دھو میں  
رکھیں سب اس کو سر پہ اور چو میں  
معجزہ ہے بیاباں کے جادو میں  
ہے عروس سخن کے گیسو میں  
پڑھیں اس ترجمے کو اور جھو میں  
قادری نے بھی یہ لکھی تاریخ  
آگئی وحی نظم اردو میں

۱۳۶۶ھ

سیماب صاحب مرحوم مصرع تاریخ کی بے حد تعریف کرتے تھے کہتے تھے  
کہ میرے پاس ”وحی منظوم“ کی سوتاریخیں آئی ہو نگیں لیکن ایک بھی اس  
خوبی کی نہیں ہے۔

تواریخ زیبائے جشن عروسی

۱۹۴۶ء

”نیک مناقب جناب فضاء کوثری“

۱۹۴۶ء

بادبا ”حسن طرب“ دائم ”فضاء کوثری“ ایں ندائے قادری سال نکاح ست و دعا

۱۶۱۷

۳۴۹

سال وفات نیک بہر حفظ نوشاہ و عروس ہم زقرآن یافتم: ”فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا“

۱۹۴۶ء

بنگلور سے فرمایش آئی تھی۔ بہت سے شاعروں کی نظمیں اور تاریخیں کتابی شکل میں چھپوا کر تقسیم کی گئیں۔ ان میں یہ تاریخیں بھی شامل ہیں۔

### تاریخ نکاح و رخصت

جمیلہ خاتون دختر مولوی ابرار احمد پچھراپونی  
 اوپر کے درج شدہ قطعہ سے پہلے یہ قطعہ پچھراوں میں کہا گیا تھا۔ میں اس  
 شادی میں شریک تھا لیکن یہ قطعہ میرے پاس نہ تھا۔ راشد علی کی بیاض میں تھا۔  
 اس سے نقل کیا گیا۔

بٹی جمیلہ گھر سے اب سرال کو جاتی ہے تو  
 آباد اور خرم رہے، اللہ نگہباں ہو ترا

جب قادری نے فال ملی، قرآن کی یہ آیت ملی  
 تاریخ رخصت ہے یہی: فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا

۱۹۴۶ء

### تاریخ وفات جہانگیر خاں صاحب اکبر آبادی

جہانگیر خاں، نیک دل، پاک طینت  
 ربیع دوم کی تھی اکیس تاریخ  
 عجب خوبیوں کے تھے انسان، مرحوم  
 بڑی عمر پچانوے سال پائی  
 وہ اسلام پر جان و دل سے فدا تھے  
 مسلمان کیا کتنے عیسائیوں کو  
 گواہ ان کی خدمت کی ہے کالی مسجد  
 گئے کر کے چشمِ خلاق سے پردا  
 کیا نوش جب جرعه جام اجل کا  
 کہ مشکل سے ایسا سنا اور دیکھا  
 مگر صرف نیکی تھا ایک ایک لہا  
 انھیں شوقِ تبلیغِ اسلام کا تھا  
 مناظر تھے اسلام کے سب سے اعلیٰ  
 یہ رونق ہے کوشش کا ان کی نیتجا

انھیں ملک بھرمانتا جانتا ہے نہ صرف آگرہ اور صابن کا کٹرا  
 بڑا مرتبہ آخرت میں خدا دے انھوں نے کیا دین کا بول بالا  
 تھے با وضوع، باشرع، با فیض ایسے کہ تھا قدرداں ان کا اپنا پرایا  
 لکھی قادری نے یہ تاریخ رحلت  
 کہ۔ ”ہیں خلد میں آج آرام فرما“

۱۳۶۶ھ

قطعے میں ان تمام حالات کے نظم کرنے کی فرمائش تھی

”تواریخ طباعت دیوان کلام بدیع“

۱۹۴۷ء

”محترم ڈاکٹر عندلیب شادانی ایم اے پی ایچ ڈی

۱۹۴۷ء

از آثار قلم حاد حسن قادری

۱۳۶۶ھ

(۱)

چمن سے میخانہ سخن کے صلوائے عام آرہی ہے پیہم  
 گل سخن، ساغر صبوحی ہے آج اور عندلیب ساقی  
 سرور اس مے کا کم نہ ہوگا، خزاں نہ آئے گی اس چمن میں  
 ہے اس کی تاریخ کیا شگفتہ: ”نشاط رفتہ بہار باقی“

۱۳۶۶ھ

(”نشاط رفتہ“ مجموعہ کلام کا نام رکھا گیا ہے)



(۲)

ہو گیا شائع کلام عندلیب اس میں احساسات ہیں اور واردات قادری صادق ہے یہ تاریخ بھی آشکارا ہو گیا دردِ نہاں حکمتِ شعری ہے اور سحر بیان ”ماہِ بے داغ و بہارِ بے خزاں“

۱۹۴۷ء

تاریخ انتقال اندوہ نزا

۱۹۴۷ء

مولوی محمد عبد الحفیظ صاحب رئیس پچھرا یونی

۱۹۴۷ء

آمنوا و کانوا یتقون لهم البشریٰ

سورہ یونس ۱۳۶۶ھ رکوع ۷ پارہ ۱۱

مولوی عبد الحفیظ محترم سب بڑی عزت سے جن کا نام لیں تھی انھیں کی ذات، انھیں کی شان تھی عظمت پچھراوں جس کو کہہ سکیں وضع داری، اتقا، خلق و کرم تھیں وطن میں ان سے کیا کیا برکتیں ایسی ہستی اور یوں جاتی رہے کیا مقدر کو، قضا کو کیا کہیں

. قادری سال وفات ان کا لکھو

”قصرِ پائیں جنت فردوس میں“

۱۳۶۶ھ

تاریخ وفات والدہ مرحومہ حامد حسن قادری  
(۲۲/ذی الحجہ ۱۶/نومبر ۱۹۴۷ء کو ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی)

نور مرقدہا وجعل الجنة مثولہا

۱۳۶۶ھ

تاریخ قیام پاکستان  
قرآن مجید سے تیسری تاریخ

فلاتھنوا وتدعوا الى السلم وانتم الاعلون

۱۹۴۷ء

(سورہ محمد رکوع ۴۔ پارہ ۲۶)

[ترجمہ: پس بودے نہ بنو اور صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی  
سر بلند ہونے والے ہو]

فانجینہ والذین معہ برحمہ

۱۳۶۶ھ

ترجمہ: پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نجات بخشی۔  
یعنی جناح صاحب اور مسلمانوں کو۔

تاریخ قیام پاکستان  
(قرآن مجید سے)

کنتم خیر اُمَّةٍ

(سورہ آل عمران)

۱۳۶۶ھ

ہوا قائم جو پاکستان آخر بھلے ہی دن تھے ہندوستان کے واللہ  
سمجھتے ہیں اسے وہ مژدہ امن جو اسلام اور مسلم سے ہیں آگہ  
یہ دنیا کو ہے آزادی کا پیغام شب تاریک میں ہے مشعل رہ

مساوات و اہوت کا علمدار      سکون و عافیت کا پیش خیمہ  
ریاست کی مثال بے مثالی      سیاست کا زمانے کو نمونہ  
سناؤں قادری قرآن سے تاریخ؟      بتاؤں اس کی اک وجہ موجہ؟

مسلمانوں کا پاکستان حق تھا  
کہ تھا ارشاد: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ (۱)

سورہ آل عمران رکوع ۱۲ ۱۳۶۶ھ

(۲)

(تاریخ دیگر از قرآن کریم درسہ عیسوی)

(۲) أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لِيَمْسَنَا فِيهَا نَصَب

۱۹۳۷ء (سورہ فاطر رکوع ۴ پارہ ۲۲)

(۱) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أَخْرَجْتُمُ لِلنَّاسِ تَمَرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ (تم بہترین امت ہو جس کو انسانوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔  
(۲) ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا جہاں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔

تاریخ تقسیم ہند و قیام پاکستان

(۱۵ اگست ۱۹۴۷ء و ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ جمعہ)

پڑے عقل پر باغبانوں کی پتھر      کیا آپ اپنا چمن ٹکڑے ٹکڑے  
جو بیٹھے ہی ظالم رہے ماں کے حق میں      ہے تاریخ: ”اُمّ وطن ٹکڑے ٹکڑے“

۱۳۶۶ھ

## تاریخ

”حادثہ حیرت ناک و اندوہ فزا“ ”واقعہ عجیب آغا فرحت“

۱۳۶۷ھ

۱۹۴۷ء

۱۶ نومبر ۱۹۴۷ء محرم ۱۳۶۷ء کو ہمارے محلہ قاضی گلی میں یہ عجیب و غریب حادثہ پیش آیا کہ رات میں ۱۲ بجے کے بعد آغا شمس الحسن کے بھائی آغا شجاعت کا جوان لڑکا آغا فرحت مکان کے چھبے پر سے نیچے گلی میں گر پڑا۔ اقبال (فرزند ڈاکٹر ماشاء اللہ خاں) کے مکان میں سو رہا تھا۔ کئی روز سے وہیں سوتا تھا۔ مکان کے چھبے پر بہت اونچا کٹہرا لگا ہوا ہے اور چھبہ مسقف ہے۔ کوئی شخص بے خیالی میں غلطی سے نہیں گر سکتا جب تک کٹہرے کے اوپر سے نہ کودے یا کوئی اٹھا کر نہ پھینکے۔ ان دونوں کا کوئی قرینہ نہ تھا۔ خود کشی کا کوئی سبب نہیں اور ۲۴ سال کے بھاری لڑکے کو اٹھا کر پھینکنا آسان نہیں۔ پھینکنے کی کشمکش سے گھر کے آدمیوں کا بیدار ہونا ضروری تھا۔ اور پھینکنے والا کون ہو سکتا ہے۔ محلے والے سب سو رہے تھے لیکن گرنے کی سخت آواز سے سب جاگ گئے اور دوڑ پڑے۔ لڑکا بے ہوش تھا۔ اندرونی چوٹ تھی۔ کہیں ضرب کا نشان نہ تھا۔ صرف ناک سے بے حد خون نکلا تھا۔ اس کے باپ بھائی تو خوف و دہشت اور صدمہ کے مارے پاس تک نہ آئے۔ ماجد اسی وقت زین خانہ سے حاجی حیدر بخش کی کار لائے۔ اس میں اہل محلہ فرحت کو شفا خانہ لے گئے۔ مگر کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ دوسرے روز ۱۷ نومبر ۳ محرم یکشنبہ کو شام کے وقت رخصت ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے!

دو تین مہینے کے بعد آغا فرحت کی والدہ نے نوحہ منظوم لکھ کر مجھے اصلاح کے لیے بھیجا۔ نظم بالکل ناموزوں تھی مگر ماں کے جذبات تھے اور واقعات۔ میں نے ان کو نظم کر دیا۔ تاریخیں بھی نکال دیں بعض تاریخیں اور اشعار کتبہ قبر پر لکھوائے گئے۔

اس واقعہ کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صبح کو جب لڑکے کو شفاخانے میں ہوش آیا تو اس نے بعض اعزہ سے کہا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے مجھے اٹھا کر نیچے دے مارا۔ اس سے لوگوں کا یہ قیاس ہے کہ اقبال کے مکان میں جو ہمیشہ سے جن رہتے ہیں ان کے رہنے کی جگہ پر فرحت نے رات میں اٹھ کر پیشاب کر دیا تھا۔ اس کا نشان صبح کو دیکھا گیا تھا۔ جنوں نے اٹھا کر پٹک دیا۔ اس مکان میں جنوں کی روایت بہت مشہور ہے مکان والے کہتے ہیں کہ جنوں نے اکثر اپنے وجود کا ثبوت دیا ہے اور لوگوں کو گستاخی پر معمولی سزائیں دی ہیں۔ اسی مکان کے پڑوس میں ایک بزرگ عالم و عامل مولوی واجد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ وہ جنوں کے عامل تھے۔ ان کا بیان ہے کہ انھوں نے اس مکان کے جن سے ملاقات کی۔ اس نے اپنا نام فضل الرحمن بتایا اور اکبر بادشاہ کے زمانے سے اس مکان میں اپنا قیام بتایا۔

اب یہ لطیفہ بھی قابل غور ہے کہ ۱۹۳۸ء سے اس اقبال والے مکان میں سندھی آباد ہیں۔ وہ جنوں کا ادب کیا ملحوظ رکھتے ہونگے۔ لیکن جن ان سے کچھ نہیں کہتے ممکن ہے مکان چھوڑ کر چلے گئے ہوں۔ خیر۔ اب تاریخیں درج کرتا ہوں:

”مدفن پاک نہاد آغا فرحت“

۱۹۳۷ء

آہ آہ مادرِ آغا فرحت

۱۹۳۷ء

یہ مرے لخت دل کی تربت ہے  
 ماں ہے بیتاب اس کی فرقت میں  
 سال پیدائش اس کا سن ۱۹۲۵ء  
 خاندان اس کا ہند میں آیا  
 ابھی چوبیسواں تھا سال اس کا  
 تھا دن اتوار کا کہ پچھلی رات  
 سو رہا تھا کہ گر پڑا چھت سے  
 نہیں دم مارنے کی گنجائش  
 شب ہی میں لے گئے شفاخانے  
 نہ بچی جان، کی بہت تدبیر  
 تھی محرم کی تیسری تاریخ  
 تھی نومبر کی سترہ تاریخ  
 یا خدا، غم نصیب ماں تجھ سے  
 اب طلب گار عفو و رحمت ہے \*  
 کہدے تاریخ ٹوٹ کر دل زار  
 ”آہ یہ خاک پاک فرحت ہے“  
 ۱۳۶۷ھ

\* یہ دنوں مصرع والدہ فرحت کے ہیں یہی دو موزوں تھے میں نے ترمیم نہ  
 کی رہنے دیئے۔

## تاریخ

”لحری پاک دل مہاراجہ سر محمد اعجاز رسول خاں بہادر“

۱۹۴۷ء

”اعزازیاب و خطاب یافتہ کے سی آئی ای۔ کے ٹی۔ سی ایس آئی“

۱۹۴۷ء

”امیر عادل۔ رئیس و والی ریاست جہانگیر آباد، بارہ بنکی“

۱۹۴۷ء

بایجاد باکمال عبدالغفور اکبر آبادی سنگ ساز

۱۹۴۷ء

عبدالغفور خاں سنگ ساز سے قبروں کے کتبے بنوانے کے سلسلے میں تعلقات ہیں جب اُن کے پاس کسی لوح مزار کی فرمائش آتی ہے وہ مجھ سے تاریخیں لکھواتے ہیں۔ بے شمار لکھوائی ہیں۔ اس لوح کا قطعہ تاریخ وہی تھا جو پہلے بھی آچکا ہے اس لیے یہاں صرف عنوانات درج کیے ہیں۔

یہ ایک پرانی تاریخ کاغذات میں نکل آئی۔ میں نومبر ۱۹۵۳ء میں یہ تاریخیں ۱۹۴۳ء / ۱۳۶۲ھ سے نقل کر رہا ہوں۔ سب تاریخیں یک جا و مرتب نہیں ہیں اس لیے کہیں کہیں بے ترتیب درج ہو رہی ہیں۔

تاریخ وفات  
”علامہ یگانہ جہاں آقائے وحید دستگردی اصفہانی“

۱۳۶۱ھ

”چند مادہ سال وصال منظوم“

۱۳۶۱ھ

آں وحید دستگردی شہیر  
 رخت بست از خاکدان بے بقا  
 بود در علم و ادب، شعر و سخن  
 داخل ”کاشانہ فردوسِ خلد“  
 کو سبق بُرد از حکیمان عظیم  
 در جوار رحمت حق شد مقیم  
 بے عدیل و بے نظیر و بے سہیم  
 گشت بارے، ”دہر افروز حکیم“  
 ۱۳۶۱ھ

قادری، ہم سالِ شمسی آمدہ  
 آں وحید علامہ عصر و فخریم \*  
 ۱۳۲۱ شمسی

\* علامہ کا عین تقطیع سے ساقط ہے۔ تاریخ میں شاید عذر معقول ہو جائے۔  
 اس تاریخ کی یہ تقریب ہے کہ وحید دستگردی طہران سے ایک ماہانہ مجلہ  
 ارمغان نکالتے تھے اور وہ سینٹ جانس کالج میں دس پندرہ سال سے برابر آرہا  
 تھا۔ ارمغان کو یہ تاریخیں بھیج دی تھیں۔

”تاریخ وداع و مهاجرت“

۱۹۳۷ء

تقسیم کے بعد ہمارے خاندان میں سب سے پہلے محمد احسن فاروقی ۸ ستمبر  
 ۱۹۳۷ء کو کراچی روانہ ہوئے۔ پھر نومبر میں نوشہ میاں کے اہل و عیال اور ان  
 کی ہمشیرہ کا خاندان اور ان کے سرالی رشتہ دار ظریف وغیرہ آگرہ سے اور  
 یوسف سلطان کا خاندان کانپور سے براہِ بمبئی جہاز سے روانہ ہوئے۔ عارف



فوجی ریل گاڑی میں لیفٹیننٹ یوسف کے ساتھ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو روانہ ہو کر ۱۶ کولاہور حکیم مبارک احمد کے مکان پر پہنچا۔

پہلے ہی محرم سے تھا جانے والا کی فوج نے دیر، رہ گئی یوں ہجرت تاریخ ہے ٹھیک، کم ہے گوا ایک عدد ”عارف کو مبارک وہما یوں ہجرت“

۱۳۶۶ء

(۲)

کوئی اس کا مقصد نہیں اس سفر سے مگر مفت سیر و سیاحت مبارک گرے عین، لیکن ہے تاریخ پوری کہ: ”تفریحاً عارف کو ہجرت مبارک“

۱۹۴۷ء

### تاریخ وفات

”صاحب دل و صاحب سجادہ پیران کلیر شریف شاہ نواب احمد صاحب“

۱۹۴۷ء

طاب ثرئہ و جعل الجنة مثونہ

۱۹۴۷ء

لوح من جانب حافظ عبدالستار

۱۹۴۷ء

متوطن دائمی فتح پور سیکری

۱۳۶۶ھ

اس لوح کے لیے بھی ایک پہلے قطعے میں ترمیم کر دی تھی اس لیے دوبارہ اس کو نقل کرنا ضروری نہ تھا۔

تاریخ بیاض اشعار مرتبہ ممتاز میاں فرزند اول نوشہ میاں  
 باغ بیاض گفتہ ممتاز دل نواز  
 گلزار دہرا سبب فخر و وجہ ناز  
 تاریخ قادری ”زگہر سنجی“ آمدہ  
 ”ممتاز و سر فراز بہ اعزاز و امتیاز“  
 ۳۳۸ + ۱۶۰۰ = ۱۹۳۸ء

(۲)

ہے معطر مرے شعروں سے مشام شعرا  
 کون سا رنگ تغزل مرے دیواں میں نہیں  
 کلک معنی سے یہ تاریخ ہوئی ہے ممتاز  
 ۲۳۰

پھول وہ میں نے چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں“

۱۱۲۷ + ۲۳۰ = ۱۳۶۷ھ

- (۱) اس مصرع میں نوشہ میاں کے چاروں لڑکوں کے نام صنعت ایہام کے ساتھ آئے ہیں۔  
 (۲) یہ مصرع مرزا داغ کا ہے۔

## تاریخ وفات

(۱۸ نومبر ۴ محرم کو اجمیر شریف میں انتقال فرمایا)  
والا حسب مولانا مفتی سعادت اللہ صاحب اسراہیلی <sup>سنبھلی</sup>

۱۹۴۷ء

سعادت تھا نام اور سراپا سعادت      وکَانَ بکلّ العِبَادِ حَفِیَا  
امام شریعت تھے، خضر طریقت      وکَانَ ذَکِیًّا صَفِیَا نَقِیَا  
کثیرا لکرامات مَادَامَ حِیَا      فَأَعْطَاهُ رَبِّیْ مَکَانًا عَلِیَا  
لکھی قادری نے یہ تاریخ رحلت  
کہ ”عاش تقیا ومات زکیا“

۱۳۶۷ھ

## تاریخ وفات

اُمّ حامد علی نیک خصال      پردہ فرما کے گئیں جنت کو  
قادری ان کی لحد پر تاریخ      لکھ دو ”اب حور ملے خدمت کو“

۱۳۸۷ھ

## تاریخ وفات

”فاضل علی مقدار“ ”عبدالمجید خاں افغان“

۱۹۴۷ء

۱۳۶۷ھ

(مولانا سعادت اللہ صاحب مرحوم کے بڑے داماد اور نوشہ میاں کے

ہمزلف۔ ۲۰ ستمبر کو پشاور میں رحلت کی)

پہاں نظر سے حضرت عبدالمجید ہیں      وہ جن کو دو جہاں میں رضاے خدا ملی  
پڑھنے کو آئے اگرہ سرحد کے پار سے      یاں چار سمت علم وادب کی فضا ملی

اُستاد جو ہوئے تھے وہی، خسر بن گئے گویا کہ یوں سعادت دارین آ ملی  
 حاصل کمال دانش و علم و ادب کیا نعمت خدا کے فضل سے کیا کہیے، کیا ملی  
 خلق نکو ملا، ورع اتقا ملا عشق خدا، محبت خیر الورا ملی  
 عمر عزیز علم کی خدمت بھی صرف کی ذہن ذکی ملا انھیں طبع رسالی  
 لو مزار کے لئے تاریخ قادری  
 لکھ: ”رحمت کریم سے روح ان کی جا ملی“

۱۳۶۷ھ

### تاریخ وفات

فراست بیگم اہلیہ حکیم انتظار الدین صاحب ایم اے

رفیقہ انتظار

۱۹۴۷ء

فی جنات النعیم علیٰ سر متقبلین

سورہ صافات ۱۹۴۷ء رکوع ۲ پارہ ۲۳

(۱)

اہلیہ انتظار کی ناگاہ جل گئیں آئے قضا تو پھر نہ بشر کو اماں ملے  
 بچہ جلا تھا، اسکو بچانے میں خود جلیں رُتبہ شہید کا انھیں یارب وہاں ملے  
 تاریخ قادری یہ دل زار سے ہوئی ”بدلہ یہاں کی آگ کا باغ جناں ملے“

۱۳۶۷ھ

(۲)

فراست، یہاں آگ میں تو جلی ہے ترے دل کو ٹھنڈک ہو باغ جناں میں  
 یہ تاریخ رحلت کہی قادری نے کہ ”پنکھا جھلیں تجھ کو جنت کی حوریں“

۱۳۶۷ھ

(۳)

بچے کی آگ میں جلنے سے ثابت ہے محبت کا رتبہ  
تاریخ مرگ فراست ہے: ”پایا ہے شہادت کا رتبہ“

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات ناگاہ گاندھی جی

۳۰ جنوری کو شام ۵ بجے عبادت گاہ میں ناتھورام و نائک گوڈ سے ریوالور

سے ہلاک کیا۔

”آہ ہم سے رہبر اعظم چھٹا“ ”قتل رہبر اعظم“ ”گاندھی انسان اعظم ہند آمد“

۱۳۲۷ھ

۱۹۲۸ء

۱۹۲۸ء

(۱)

ان کا غم ہے غم ہند ستاں ہاے  
”رہبر اعظم ہند ستاں ہاے“

۲۰۰۳ بکری

جان قربان کی گاندھی جی نے  
بکری سال میں نکلی تاریخ

(۲)

کہ ہے جاں گاہ غم گاندھی جی  
”ہے بڑا آہ غم گاندھی جی“

۱۳۶۷ھ

کیا بنے جان پہ ہند ستاں کی  
سال ہجری کی یہ تاریخ ہوئی

(۳)

قیامت ہے کہ یوں سنیے یہ گولی کھائیں گاندھی جی  
بجا ہے ملک میں جتنا بھی شور آہ وزاری ہے

یہ سال عیسوی ہے بادل زار ان کی رحلت کا  
کہ ”ہندوستان کے دل پر بڑا ہی زخم کاری ہے“

۱۹۲۸ء

(۴)

پنڈت برج نرائن چکبست نے غالباً گوکھلے کے مرثیے میں یہ مصرع کہا تھا۔  
 ”سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے“۔ اس سے ایک تاریخ یہ نکلی  
”چتا میں تری، قوم کا سہاگ“

۱۳۶۷ھ

(۵)

چکبست کے مصرع میں ترمیم کے ساتھ یہ تاریخیں نکلیں  
 یہ ہے جو ”لب ملک“ سے نکلتا ہے ”سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے“  
 ۱۳۲ + ۱۸۲۶ = ۱۹۵۸ء

(۶)

یہ آرہی ہیں صدائیں ”باد عالم“ سے ”سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے“  
 ۱۷۸ + ۱۸۲۶ = ۲۰۰۴ بھرتی

تاریخ کامیابی خاتون بفرمایش خواجہ احمد فاروقی

(۱)

علم ہی زیورِ اصلی سے ہر اک عورت کا  
 تہنیت مصرع تاریخ میں لکھ دو خواجہ  
 کم نہ گم ہو گا خزانہ کبھی اس دریا کا  
 ”پانی بی لکھی سن شکر ہے انیس سو چھ“

۱۳۶۷ھ

ہو فزوں ”عمر گرامی“ تو یہ ہوا ماہ سے مہ  
 بیسویں سال میں توڑیں ہو زانہ سے ماہ

۵۸۱

(۲)

بیشک ہے وہ کونین کی نعمت والی  
خواجہ کہو تاریخ ”فضیلت والی“

۱۳۶۷ھ

عورت ہے اگر علم کی دولت والی  
خاتون عزیزپاس بی اے میں ہوئیں

تاریخ انتقال اندوہ افزا

۱۹۳۸ء

عالی جناب والا مقام پروفیسر سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی

۱۹۳۸ء

(۱)

اُستادی الفاضل شاداں  
در انشا کامل شاداں  
احساں را حامل شاداں  
ہم ابرے باذل شاداں  
ہم بکرم مانل شاداں  
بود بہر مشکل شاداں  
رفت جو این منزل شاداں

رفت ز دارِ فانی آہ  
ماہر در ہر علم و ادب  
در فطرت آزادہ روش  
ہم بحرِ ذخارِ کمال  
ہم علم اندر خلقِ نکو  
بود بہر حالت قانع  
گفتم: ”داغِ شاداں آہ“

۱۳۶۷ھ

قادری آمد سال دگر  
”فاضل زندہ دل شاداں“

۱۳۶۷ھ

(۲)

بیک مصراع آمد چار سال فوت آں ذی شان  
کہ: ہاں شمع معانی بود با خلق و کرم شاداں

فصلی	۱۳۵۵	+ ۱۲		
ہجری	۱۳۶۷		۵۸۱	
عیسوی	۱۹۲۸			۵۶
بکری	۲۰۰۳			

(۳)

معدن فضل بگرام، چہرہ فروغ رامپور

۶۱۹۲۸      ۵۱۳۶۷

(۴)

کرم فرما جناب غشی فاضل

۵۱۳۶۷ + ۵۵۸۱

۶۱۹۲۸

(۵)

فاضل تنہا کرم شیوہ عظیم القدر بود

۱۳۶۷      ۵۸۱      ۱۳۶۷

۶۱۹۲۸

۶۱۹۲۸



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۱۳۶۷ھ

جشن شادمانی محمد احسن فاروقی

۱۳۶۷ھ

یار خود آل یار ما کردیم وشد  
روز ما از سعی مابہ می شود  
زندگانی چوں بغربت بد گزشت  
چوں زمایاران ما رو تا فستند  
گرچہ شد سنگِ حوادث سدِ راه  
گرچہ آمد ہر کسے باماجنگ  
گر کسے گوید کہ مابد کردہ ایم  
آہوے کزدستِ مایک بار زفت  
مومنے کزدیر الفت می گریخت  
کافرے کزدین عشق آساں امید  
بلکہ آمد سوئے ماباپایے خود  
حل بعزمِ خویش واز تقضل خدا  
سال آمد چوں بلاے جاں برفت

۹۷

۲۰۳۵ - ۹۷ = ۱۹۳۸

فروری ۱۹۳۸ء میں کراچی میں نکاح ہوا۔ ۲۳ مارچ کو تاریخ لکھ کر بھیجی گئی۔

## تاریخ وفات

(لندن میں وفات پائی، علی گڑھ میں دفن ہوئے)

”ضیاء الدین ٹائٹ“  
 ”ضیاء الدین فردوس مکاں“  
 ”ریاضی میں ماہر“

۱۳۶۷ھ

۱۳۶۷ھ

۱۳۶۷ھ

”ہیں ڈاکٹر ضیاء الدین اب ارم میں آباد“

۱۹۴۸ء

## تاریخ وفات کنور کرامت علی خاں سعد آباد

(یہ بھی غفور خاں سنگ ساز کی فرمائش سے ۱۹۴۸ء میں بیس سال بعد لکھی گئی)

کَلْ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

۱۹۴۸ء

جن کے خُلقِ حَسَن کی شہرت ہے  
 آج آباد قصر جنت ہے  
 عام، بندوں پہ تیری رحمت ہے  
 یہ بھی ارشاد ربِ عزت ہے

وہ کرامت علی خاں عظیم  
 ان سے جنت کبھی کا سعد آباد  
 رحمت خاص ان پہ ہو یا رب  
 اُن کی ”حَقِّ عَظِيم“ ہے تاریخ

۱۹۴۸ء

سال ہجرت میں قادری لکھدو  
 ”غَفَرَ اللَّهُ“ سال رحلت ہے

۱۳۴۶ھ

تاریخ وفات بی بی وصی النسا، ہمیشہ کنور کرامت علی خاں مرحوم  
(بفرمایش غفور خاں سنگ ساز)

رَضِيَ عَنْهَا اللَّهُ الْبَاقِي

۱۳۴۶ھ

وصی النسا آہ رخصت ہوئیں  
ہوا تیری رحمت کی ایسی چلے  
وصی النسا کے لئے سیر گاہ  
دل زار سے قادری نے کہا  
خدا یا ہو ان کو عطا قصر خلد  
بنے کنج قبر اے خدا قصر خلد  
وہاں حوض کوثر ہو یا قصر خلد  
کہ ”پائیں وصی النسا قصر خلد“

۱۳۴۶ھ

تاریخ آغاز ڈائری راقم بابت ۱۹۴۸ء۔ ۶۸۔ ۱۳۶۷ھ  
(میں ہر سال ڈائری لکھتا ہوں اور ہر نئی ڈائری پر تاریخی سرورق اور  
تاریخیں لکھتا ہوں)

إِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ

سورہ حج ۱۳۶۷ھ رکوع ۸ پارہ ۱۷

تاریخیں ہیں دونوں مصرعوں میں  
”آغاز بخیر سال کا ہے“  
پلٹا جو پھر آج دورِ لیم  
”آغاز کا ہو بخیر انجام“

۱۹۴۸ء

۱۹۴۸ء

تاریخ

(زاہد حسن فریدی نے پاکستان جانے کے لئے کالج سے استعفیٰ دیا)  
زاہد مدت سے کر رہے ہیں سماں تاریخ ہے: ”ذوق ہجرت پاکستان“

۱۹۴۸ء

(۲)

کارواں اند کہ رفتند و روند  
سال تاریخ ہجوم ہجواں

ایں چہ کیفیت پاکستان ست  
”شورش ہجرت پاکستان“ ست

۱۹۴۸ء

تاریخ

میں کبھی عجب بے کار بے وجہ تاریخیں کہہ دیتا ہوں ۷ جنوری ۲۴ صفر کو آخری  
چار شنبہ تھا۔ گھر میں اس کا کچھ تذکرہ تھا۔ میں نے تاریخ کہدی  
یہ ماہ صفر کا دن بہت فاخر ہے تاریخ: ”چار شنبہ آخر“ ہے

۱۳۶۷ھ

تاریخ

(۱۰ مارچ کو نوشہ میاں کے مکان پر)

تھی گالیوں سے رات کو قاضی گلی، گندی گلی  
تاریخ برجستہ ہوئی: ”استغفر اللہ العلی“

۱۹۴۸ء

تاریخ ولادت فرزند اول ساجد حسن قادری

(۱۴ محرم ۲۸ نومبر ۱۹۴۷ء کو شفاخانہ آگرہ میں)

صد شکرز دید پس امید برآمد تاریخ ولادت شدہ: ”خورشید برآمد“

۱۳۶۷ھ

### تواریخ چائے

۵ رجب ۱۳۶۷ھ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو میں اور راشد حسن رام پور گئے۔ شام کو حضرت حافظ جمال اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے وہاں کے متولی صاحب سے تعارف ہوا تو انھوں نے بڑے اصرار سے چائے پلائی مٹھائی کھلائی وہیں بیٹھے بیٹھے یہ تواریخ ہوئی۔ جب چائے پی کر ہم اٹھنے لگے تو میں نے متولی صاحب کو قطعہ تواریخ سنایا۔ بہت خوش ہوئے اور مولوی ضیاء الدین سے کہا کہ لکھ لینا۔

(اس میں ایک کا تمبیہ ہے)

بے طلب چائے اور شیرینی اہل باطن ہی کے کمال سے ہے  
ایک نے اٹھ کے یہ کہی تواریخ چائے فیض شہ جمال سے ہے

۱۳۶۷ھ

واپسی میں راستے میں ضیاء الدین اور دوسرے ساتھی کہنے لگے کہ اُن دوسرے صاحب نے توکل کے وعدے پر رکھا تھا۔ یہاں فوراً ہوا دی۔ یہ سن کر چلتے چلتے راستے میں یہ تواریخ ہو گئی اور سنادی۔

شکر یہ بھی ندامت عدم قبول بھی دعوت بہ شکل لطف و کرم رونما ہوئی  
وعدہ کیا انھوں نے، انھوں نے وفا کیا تواریخ ہے کہ ”چائے قضا بھی ادا ہوئی“

۱۳۶۷ھ

### تواریخ ”لال خط“

۷ رجب ۱۳۶۷ھ ۱۷ مئی ۱۹۴۸ء کو پچھراوں میں راشد علی کی شادی کا لال خط علی احمد کے یہاں سے آیا۔ تمام اعزہ جمع ہوئے تواریخ ہوئی۔

آیا طرب مآب و مسرت مآل خط تواریخ ہے کہ ”لال خط آیا ہے لال خط“

۱۳۶۷ھ

## تاریخیں

۲۹ رجب ۸ جون ۱۹۴۸ء کو مراد آباد سے میں اور خالد شاہجہاں پور روانہ ہوئے۔ بریلی کے اسٹیشن پر خالد اتر کر چاء پینے چلے گئے۔ اُن کے آنے سے پہلے ہی گاڑی چل دی دونوں ٹکٹ خالد کے پاس تھے۔ میں بہت پریشان ہوا۔ مگر خالد نے یہ ہوشیاری کی کہ بریلی کے اسٹیشن ماسٹر سے حال بیان کر کے شاہجہاں پور کے اسٹیشن ماسٹر کو تار دلوادیا۔ چنانچہ مجھے شاہجہاں پور پر باہر جانے کی اجازت دیدی گئی خالد دوسری گاڑی سے آگئے۔ اس کی دو تاریخیں ہوئیں۔

ایک

”جار ہے ہیں وہ بے ٹکٹ بگ ٹٹ“

ایک ساتھی تھا جب گیا وہ چھٹ

۱۹۴۸ = ۱ - ۱۹۴۹

دوسری

ہوئی اللہ کی امداد رفع تشویش ہوئی تاریخ دل شاد سے: رفع تشویش

۱۳۶۶

+۱

۱۳۶۷ھ

### تاریخ کامیابی

شاہجہاں پور میں اچھے میاں کی دولہن نے فرمائش کی کہ ان کی چھوٹی بھانجی یعنی سید محمد طاہر بخاری بی بی اے کی بیوی (جن کی ابھی ہفتہ عشرہ ہوا شادی ہوئی ہے) انٹر کے امتحان میں پاس ہوئی ہیں۔ مبارک باد لکھ دیجئے میں نے تاریخ کہہ دی۔

مسرت خیز ہے یہ بھی خبر اخبار ”لیڈر“ کی کہ بھانجی نے مری اور اک مہم تعلیم کی سر کی جو ہو تعلیم کی دولت تو دولت مال ہی کیا ہے اگر ہو علم کا زیور تو حاجت کیا ہے زیور کی نہیں ہے رتبہ میں ظلّ ہما بھی علم سے بڑھ کر لئے پھرتے ہیں جو طرے اڑاتے ہیں وہ بے پر کی بڑھا ”رتبہ“ تو لکھنا نندنے بھانجی کو خوش ہو کر

۶۰۷

”مبارک کامیابی بیگم طاہر کو انٹر کی“

۱۳۴۱ + ۶۰۷ = ۱۹۴۸ء

### تاریخ منگنی

آپا طاہرہ خاتون (والدہ محمد طاہر فاروقی) بریلی سے عزیزی محمد سجاد عرف حسن میاں سلمہ کی منگنی کرنے آگرہ آئیں۔ حکیم سلطان احمد کی ہمیشہ کے ساتھ منگنی ہوئی۔ ہونے والی دلہن کے امام ضامن باندھا گیا میں نے تاریخ کہہ دی۔ کرے مبارک خدا یہ منگنی، پھر آئے شادی کے عیش کا دن سناؤ تاریخ طاہرہ تم ”امام ضامن اب ان کے ضامن“

۱۹۴۸ء

تاریخ رمضان  
(۲۹ رمضان ۱۶ اگست ۲۸ جمعۃ الوداع کو لکھی گئیں)

(۱)

یہ سال ہے جو ”شعائر“ کا اجتماع ہوا کہو کہ: ”شکر خدا جمعۃ الوداع ہوا“

۱۳۶۷

۵۸۱

+۵۸۱

۱۹۴۸ء

(۲)

ہم نے کبھی نام کو لیا ہے  
ڈھونا تھا بوجھ، ڈھولیا ہے  
دینا بھی پڑے گا جو لیا ہے  
اک عمر تو بخت سو لیا ہے  
دامن کو اگر چہ دھولیا ہے  
جو کچھ بد و نیک بولیا ہے  
ظالم، یہ بھی سنبولیا ہے  
نشر جب خود چھولیا ہے

اللہ کا نام تمیں دن میں  
رکھنے تھے روزے رکھ لئے ہیں  
کھایا، تو ادھار ہے وہ روزہ  
ہوگا بیدار، یا نہ ہوگا  
دھبا نہ گناہ کا مٹے گا  
اک دن وہی کاٹنا پڑے گا  
کیوں نفس کو پالتا ہے اتنا  
کیوں ہوگا نہ زخم، درد، اذیت

تاریخ ہے یاد گار غفلت

”پورا رمضان ہو لیا ہے“

۱۳۶۷ھ



## تاریخ عید

(۱)

۲۹ رمضان ۱۳۲۷ھ کو شام کے وقت ابر ہو گیا چاند نظر نہ آیا۔  
 آج کے چاند کی خوشی تھی بڑی  
 میں نے تاریخ بھی یہ خوب کہی  
 ہو گیا خواب سب خیال عید  
 کہ ”نہ آیا نظر ہلال عید“

۱۳۶۷ھ

(۲)

بڑی دیر کے بعد ۹ بجے کے قریب لوگوں نے کہا کہ اعلان ہو گیا کل عید ہے۔  
 تاریخ بھی جو ہو تو عجیب و جدید ہو  
 لکھ ”اب کے بے ہلال نظر آئے عید ہو“

۱۳۶۷ھ

(۳)

شکر کن نعمتوں کا ہو یا رب  
 سال ہے: ”عید ملت بنیضا“  
 برکت روزے اور نعمت عید  
 اور بھی ہے ”خدا کی رحمت عید“

۱۳۶۷ھ

۱۳۶۷ھ

”آمدہ روح بزم عشرت عید“  
 قادری ہم بفارسی سال ست

۱۳۶۷ھ

(۴)

کیا مسرت عید کی ہو؛ کیوں نہ ہو دل مضحل  
 دور احباب واعزہ، اور یہاں ہم پا بگل  
 ایسے موقع پر یہی تاریخ کہنی چاہیے  
 ”عید میں حامد طبیعت مردہ و افسردہ دل“

۱۳۶۷ھ

(۵)

سال ہے یادگار صد حسرت کہدو: ”عید صیام بے لذت“

۱۳۶۷ھ

تاریخ حال تفریح

۱۹۴۸ء

۱۲ اگست کے اخبار ”اسٹینٹس مین“ ایک دلچسپ تصویر شائع ہوئی تھی جس میں وزیراعظم جواہر لال نہرو جھولا جھول رہے ہیں اور سیاسی کوفت کو اس تفریح سے دور کر رہے ہیں۔ مجھے یہ ادا بہت بھلی معلوم ہوئی اور تاریخ کہدی۔

نہ کیوں آخر وزیراعظم ہندوستان جھولیں  
مذاق ہند کی اک شان ہے لاریب جھولے میں

یہ از روے طبیعت قادری تاریخ موزوں ہے  
”عجب تفریح کا سامان ہے لاریب جھولے میں“

۱۳۶۷ھ

تاریخ یوم آزادی

”سال ختم بہ خیر“

۱۹۴۸ء

بظاہر شور شر سے گو نہ تھا کچھ روز حال اچھا  
مگر بے شبہ آزادی کا ہوتا ہے مال اچھا

کہی تاریخ اچھی میں نے ختم سال اول پر  
”مبارک باد، آزادی کا گذرا ایک سال اچھا“

۱۳۶۷ھ

## تاریخ

اپنی نظر ہے مولے پر  
 وہ باقی ہے، فانی سب  
 دیکھتا ہے وہ سب کا حال  
 توبہ کر سرکش بندے!  
 نوری، ناری ظاہر ہے  
 دل ہے جس کا پاک اور صاف  
 جو آلودہ دنیا ہے  
 چھوڑے گا جو راہ حق  
 مومن ہے تو کیوں چھوڑے  
 حق مومن کی جانب ہے  
 رہتا ہے ہر حالت میں  
 جو گذری ہے، جو گذرے  
 جو نہیں ڈرتا اللہ سے  
 مومن کو ہے خوف خدا  
 جب نہ چلے بس بندوں پر  
 کہتا ہوں میں اک تاریخ  
 میں تو ہوں بس اک تک بند  
 دل کے کہے سے کہتا ہوں

مالک وہ ہے قادر وہ  
 اول وہ ہے آخر وہ  
 حاضر وہ ہے ناظر وہ  
 غالب وہ ہے قاہر وہ  
 مومن یہ ہے کافر وہ  
 طیب وہ ہے طاہر وہ  
 فاسق وہ ہے فاجر وہ  
 عقل کا ہوگا فاتر وہ  
 حق، باطل کی خاطر وہ  
 گو عاجز ہے بظاہر وہ  
 مرضی حق پر شاکر وہ  
 قانع وہ ہے، صابر وہ  
 ظالم وہ ہے، جابر وہ  
 ظلم سے یوں ہے قاصر وہ  
 کیوں نہ کہے رب پھر وہ  
 شاید نکلے نادر وہ  
 جو استاد ہے، شاعر وہ  
 جب ہو جاتا ہے سر وہ

فضل خدا کی ہے تاریخ

”حافظ وہ ہے ناصر وہ“

۱۳۶۷ھ

(۲)

داشت آزاد حافظ و ناصر  
کہ ”خدا باد حافظ و ناصر“

۱۹۴۸ء

شکرِ کردیم کہ خطر مارا  
قادر کی این دعا و تاریخ ست

تاریخ

۱۹ اگست ۴۸ کو سلونو (رکھشا بندھن) کے دن صبح سے بارش کا سلسلہ شروع  
ہوا تو تاریخ ہی نہ ٹوٹا مجھے مولوی محسن کا کوردی رحمتہ اللہ علیہ کے قصیدے کا یہ  
شعریاد آگیا۔

راکھیاں لے کے سلونو کی برہمن نکلیں  
تار بارش کا تو ٹوٹے کوی ساعت کوی پل

اور اسی کے الفاظ سے تاریخ ہو گئی۔

مشغلہ چھوٹ جائے بارش کا  
”تار اب ٹوٹ جائے بارش کا“

۱۹۴۸ء

اب فرشتوں کو حکم دے یارب  
کہی تاریخ میں نے گھبرا کر

تاریخیں

۲۴ شوال ۱۳۶۷ھ ۳۰ اگست ۱۹۴۸ء کو مولوی حاجی محمود علی صاحب قبلہ  
کے ہاں تیسری بیوی سے فرزند اول تولد ہوا۔

کھل گئی دل کی کلی مٹ گئی سب بے کلی  
یعنی ”تولد ہوا وارث محمود علی“

۱۳۶۷ھ

اس تاریخ علی کا عین ساقط ہوتا ہے مگر اس کے بغیر موزوں نہ ہوتا تھا۔

(۲)

چند روز کے بعد وہ بچہ ذخیرہ آخرت ہو گیا  
خیر سے وارث ان کو ملا تھا  
کیا نہ رہا اب وہ بھی جہاں میں؟  
پوچھتے ہیں جو، ان سے یہ کہدو  
”جی وہی وارث باغ جناں میں“

۱۹۴۸ء

(۳)

نہ ہو آرزو اب تو اک بات نکلے  
یہ تاریخ ترک تمنا کی ہوگی  
انھیں ورنہ مرگ پسر کیا نئی ہے  
کہ ”دل سے تمناے وارث گئی ہے“

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات عم مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب قبلہ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ

سورہ حجر ۱۳۶۷ھ پارہ ۱۴

تاریخ

(۱۳ ستمبر ۱۹۴۸ء / یقعدہ)

(۱)

یہ نکلا سال، ہو اجب تباہ سب ضوبا  
کہ ”آہ قاسم رضوی دکن کو لے ڈوبا“

۱۳۶۷ھ

(۲)

بتاریخ دکن می گویم و صدق اندر آں دانی  
۱۹۴

”چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی“

۱۱۷۳

+۱۹۴

۱۳۶۷ھ

## تاریخ دلچسپ

۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو میں صحن میں بجلی کی روشنی میں پڑھ رہا تھا۔ اچھے بجلی بند کی تو دیکھا کہ تمام آنگن میں خوب چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔ مجھے خیال بھی نہ تھا کہ پورا چاند ہے۔ بجلی کی تیزی میں چاندنی غائب ہو گئی تھی۔ یہ خیال آتے ہی ایک مصرع زبان سے نکلا اور فوراً تاریخ کا خیال آیا۔ بجلی پھر روشن کر کے مصرعہ لکھ کر عدد نکلا لے تو پورا سنہ ہجری نکلا۔ بالکل اتفاق تھا۔ وہ یہ ہے۔

## سامنے بجلی کے غائب چاندنی

۱۳۶۷ھ

## تواریخ

### ”کیفیات مرض و شفا“

۱۹۴۸ء

میں ۲۴ اگست ۱۹۴۸ء سے تقریباً ڈھائی مہینے آغاز نومبر تک مسلسل بیمار رہا زکام سے آغاز ہوا پھر بخار جاڑا آیا۔ پھر خفیف حرارت رہنے لگی ضعف بہت ہو گیا۔ کالج سے اکثر رخصت پر رہا۔ کبھی حرارت بالکل محسوس نہ ہوتی تھی مگر پھر ہو جاتی تھی۔ میں اس عرصے میں ہر کیفیت اور تغیر کی تاریخیں کہتا رہا۔ بے شمار تاریخیں اپنی بیماری و صحت کی کہہ لیں۔ ان تاریخوں کے علاوہ اور قسم قسم کی اتنی تاریخیں ان مہینوں میں کہہ لیں کہ سال بھر میں اتنی نہ کہی ہو نکلیں۔ اس لئے کہ باوجود حرارت ضعف کے لکھنے پڑھنے کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک انگریزی افسانوں کی ۱۱۰۰ صفحات کی کتاب لیٹے لیٹے پڑھ ڈالی خطوط و مضامین بھی لکھتا رہا۔ بیماری کی بعض تاریخیں اخبار دبدہ سکندری رام پور میں شائع کرائیں۔

(۱)

کہا یہ میں نے جو دیکھا اڑا ہوا ہے بخار کہ ”آج کل مرے پیچھے پڑا ہوا ہے بخار“  
۱۳۶۷ھ

(۲)

تاریخ عیسوی بھی یہ نکلی ہے بے بدل ”پیچھے مرے بخار پڑا خوب آج کل“  
۱۹۴۸ء

(۳)

سو جھی تاریخ اب کی بار ہمیں ”تین ہفتے سے ہے بخار ہمیں“  
۱۹۴۸ء

(۴)

تقاضے جب پے تاریخ بار بار ہوے کہا: ”بخار تو ہے، ہفتے آج چار ہوے“  
۱۹۴۸ء

(۵)

ماہ تاریخ ودعا می رشد کہ ”رہائی زحرارت بخشد“  
۱۹۴۸ء

(۶)

تخصیص نہیں کچھ اس میں، تعمیم ہی ہے  
ہر حکم خدا واجب تعظیم ہی ہے  
وہ دیکے مرض، شفا بھی دے کہ نہ دے  
ہر حال میں شکر، اس کی تعلیم ہی ہے

تاریخیں ہیں عیسوی و ہجری دونوں  
منظور جو کچھ حق کو، وہ تسلیم ہی ہے

۵۸۱ + ۱۳۶۷

۱۹۴۸ء

(۷)

جائے گی خود جو ہوگی جانی  
”جاری اپنی کتاب خوانی“

۱۳۶۷ھ

کیا ہے فکر حرارت ایسی  
 رکھے تاریخ کے مطابق

(۸)

بڑا ضعف نے بدلا نقشا ہمارا

۱۹۴۸ء

حرارت نے چھوڑا ہے پیچھا ہمارا

۱۳۶۷ھ

دبایا مرض نے ہمیں ایسا ایسا

۱۳۶۷ھ

چلایا ہے کیا تیر تاریخ کا یہ

۱۹۴۸ء

(۹)

”مرض نے ہمارا پلٹھن نکالا“

۱۹۴۶

+۲

۱۹۴۸ء

یہ ازروے پیچارگی کہہ ہی ڈالا

(۱۰)

شفا حاصل ہوئی جب حسب احکام خداوندی  
 کہی تاریخ ”صحت بھی ہے انعام خداوندی“

۱۳۶۷ھ

(۱۱)

سال صحت کہئے، جو حق کا ہے لطف بے قیاس  
 ”موجب احسان و منت، موجب شکر و سپاس“

۱۳۶۷ھ



(۱۲)

(بقر عید کا گوشت کھانے سے پھر حرارت ہو گئی)

پھر مرض لائے نہ بد پرہیزی  
سوچنی تھی یہی بات اول سے  
جو نتیجہ ہے وہی ہے تاریخ  
”پھر بخار آہی رہا ہے کل سے“

۱۳۶۷ھ

(۱۳)

تاریخ کا یہ سجا ہے گھملا  
”پھر آج ہوا مرض کا حملہ“

۱۳۶۷ھ

(۱۴)

حرارت کی تاریخ سچ مانئے کہ  
”اس کو مرض گوشت کا جانئے“

۱۹۴۸ء

(۱۵)

دل تو کرتا ہی نہیں تاریخ لکھوانے سے بس  
”اب بخار آنے لگا ہاں گوشت کے کھانے سے بس“

۱۹۴۸ء

(۱۶)

یہ لکھئے سال، جو آتا ہے بار بار بخار  
”یہی ہے اصل کہ کھانے کا ہونماں بخار“

۱۹۴۸ء

خطاب کر کے بھی تاریخ ایک یہ لکھیے  
”نکال، ہم پہ بس اپنا وہ سب بخار، بخار!“

۱۹۴۸ء

(۱۷)

دے دی تھی شفا مرض سے حق نے  
تاریخ سے وہ سبب ہے ظاہر  
مینی سے اعادہ کس سبب پر  
”کچھ شکر کیا نہ فضل رب پر“

۱۹۴۸ء

(۱۸)

مرض نہیں مجھے تاریخ کا، بخار سے کم  
دبا پھر ایک رہے کیا، جب ایک اُبھرتا ہے  
چنانچہ دونوں عوارض کی ایک ہے تاریخ  
”مرض قدیم جو ہے، اب وہ عود کرتا ہے“

۱۹۴۸ء

(۱۹)

بندہ ہے وہ مطلب کا، تمنا کا، ہوس کا  
اول ہے، نہ انسان کی اغراض کا آخر  
بہتر ہے کہ شاکر رہے مولے کی رضا پر  
تاریخ ہے: ”کیا کیجیے امراض کا آخر“

۱۹۴۸ء

(۲۰)

لکھا جو نہ تھی آج حرارت کی جفا  
”پیدا ہوئے کچھ دوبارہ آثار شفا“

۱۳۶۷ھ

(۲۱)

سمجھ میں حال اس تاریخ سے شاید کچھ آئے گا  
یہ کہدو: ”ضعف کافی ہے جو جاتے جاتے جائے گا“

۱۹۴۸ء

(۲۲)

یہ وہ بخشش ہے، اس کے سامنے بخشے گا کیا بخشی  
شفا بخشی جو حق نے، دولت بے انتہا بخشی  
نئی تاریخ ہے، اور سال ہجری ساتھ ہیں جس میں  
کہ: ”شکر خالق عز و جل، مجھ کو شفا بخشی“

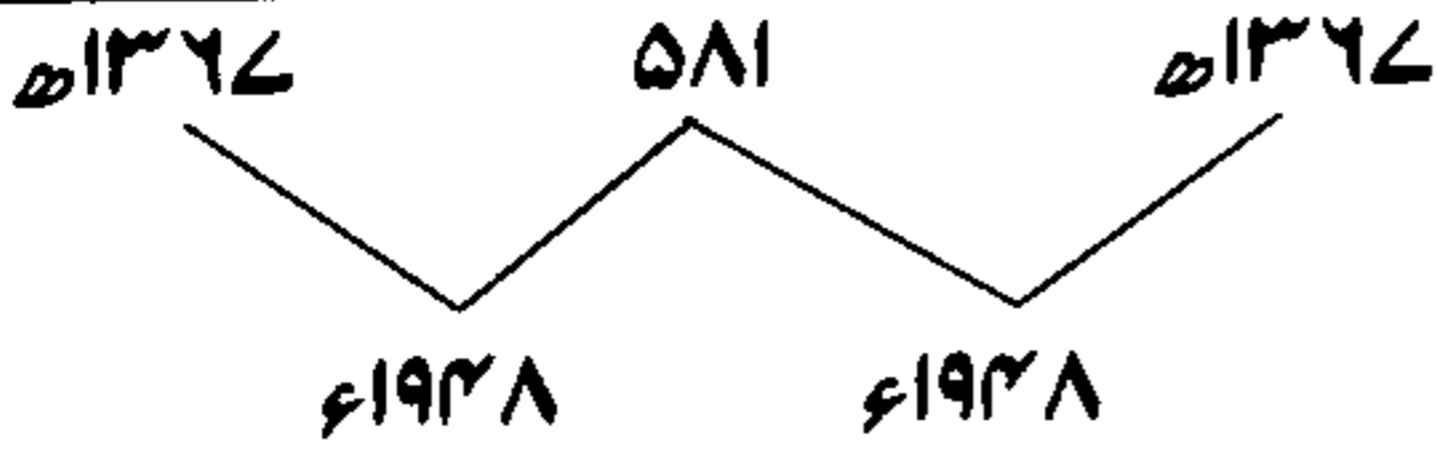
۱۳۶۷ھ

۱۳۶۷ھ

(۲۳)

چالیس دن ایسے گذرے ہیں، روزانہ حرارت ہوتی تھی اس سے تھاگماں، تقدیر میں جو آرام تھا، شاید ختم ہوا

تاریخ شفا میں جدت ہے، دو عیسوی سن ہیں دو ہجری بالجملہ مرض کا قصہ نیک انجام تھا شاید ختم ہوا



تاریخ

کالج میگزین کے پرنسپل شبلی نمبر کے لئے مضمون لکھنے کو مغیث الدین فریدی سے کہا تھا۔ جب تقاضہ کیا تو بولے۔ بس آخری پیرا گراف رہ گیا ہے۔

کہی تاریخ یہ ان کا سمجھ کر پہلے ہی فقرہ  
"دیا فقرہ، ابھی باقی رہا ہے آخری فقرہ"

۱۹۴۸ء

تاریخ عرقابی

۲۳ اگست ۱۹۴۸ء کو رام پور میں علی خاں عرف ابن خاں (منشی فضل حسن خان صاحب صابری مدیر و مالک اخبار دبدہ سکندری رام پور کے عزیز) برسات کے طوفان میں اتفاق سے ڈوب کر انتقال کر گئے۔ یہ تاریخیں ۱۸ ستمبر کے دبدہ سکندری میں شائع ہوئیں۔

(۱)

نہ پوچھ ابن علی خاں کے سوگواروں کی  
یہ جیتے جی مرے، اور خود وہ جی گئے مر کے  
ہے ایک ("عیسوی تاریخ") "غرقِ رحمت" بھی

۱۹۴۸ء

۱۳۶۷ھ

کہ دھل گئے ہیں گناہ ان کے زندگی بھر کے  
یہ لکھ دو قادری تاریخ سال ہجری میں  
کہ: "ڈوب کر بھی وہ پہنچے کنارے کوثر کے"

۱۳۶۷ھ

(۲)

لیکن دل تو ڈبو گیا سب کا آج  
"گویا کہ ہوئی قیامت صغریٰ آج"

ابن خاں ڈوب کر بھی پار اُترا آج  
گھر فضل میاں کے، سچ ہوئی یہ تاریخ

۱۹۴۸ء

(۳)

وہ دیکھے ڈوبتا اک نوجوان بیکس کو جو خود چھٹانہ ہو نفس و ہوا کے پنجے سے  
ہزار حیف کہ صادق ہوئی ہے یہ تاریخ کہ: "آہ کون چھڑائے قضا کے پنجے سے"

۱۳۶۷ھ

(۴)

ابن خاں کو بہشت اے مولے ادے اس کے ماتم زدوں کے دل شہر ادے  
تاریخ ہے: غرق ہو گیا ہے آج آہ ہوتا ہے جو قاضی قضا فتویٰ دے

۱۳۶۷ھ

کی میں نے دُعا، وہی تھی تاریخ وفات یعنی: "اجر شہادتِ عظمیٰ دے"

۱۹۴۸ء

## تاریخ

اوپر کی تاریخیں فضل حسن خان صاحب نے اپنے اخبار میں شائع کیں تو ایک نوٹ بھی لکھا۔ اس میں رام پور کے کسی ادیب و نقاد کا تاریخوں کے متعلق بھی فقرہ لکھا کہ: پروفیسر صاحب تاریخ گوئی کے بادشاہ ہیں "میں نے بھی تاریخ لکھ کر بھیج دی۔"

سب کچھ ہیں وہی، جو علم و فن کے ہیں دہنی  
دعوئے ہو مجھے، تو شہروں گردن زدنی

خجالت سے جو بندے کا سر اٹھے تو کہے  
کہتے ہیں وہ بادشاہ، اللہ غنی!

۱۹۵۰  
-۲  
۱۹۴۸ء

## تاریخ

بیماری کے سبب سے بہت دنوں میں ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو کالج گیا تو دیکھا کہ اسٹاف روم کا پرانا کوچ اور کرسیاں بالکل نئی ہو گئی ہیں۔ وہیں یہ تاریخ ہو گئی۔

ہو گیا تھا سب خراب اور کوچ سیٹ اس لئے سارا وہ پھینکا کوچ سیٹ ہے یہ تاریخ درست قادری "خوبصورت بن گیا سب کوچ سیٹ"

۱۹۴۸ء

## تاریخ دیوالی

اُسی روز میں نے پروفیسر امبیکا چرن شرما سے پوچھا کہ دیوالی کس دن ہے۔ وہ بڑے مسخرے ہیں بولے، "مجھے کیا معلوم؟ بنیوں کا تہوار ہے۔ لکشمی کی پوجا ہوتی ہے پنڈتوں کو کیا مطلب" مجھے تاریخ سوچ گئی۔

نہو مطلب کوئی، تاریخ کی مجھ کو تو کوشش ہے  
 ”یہ دیوالی کا تہوار آج اک زر کی پرستش ہے“

۱۹۴۸ء

تواریخ وفات

”ممدوح جہاں و بانی پاکستان قائد اعظم جناح“

۱۹۴۸ء

(۱)

ہم میں نہیں وہ آج مشیت خدا کی ہے تاریخ ہے: ”جناح پہ رحمت خدا کی ہے“

۱۳۶۷ھ

(۲)

فرشتے کہنے لگے عرش پر یہ آہ کے ساتھ  
 ”جہاں میں دین کی خدمت ترے حوالے کی ہے“

۱۹۴۸ء

تو جبریل سر اپنا اٹھا کے بول اٹھے  
 ”جناح، خلد کی نعمت ترے حوالے کی“

۱۹۴۸ء

(۳)

ہو روح پہ تیری رحمت عزوجل  
 ”ہے گوشہ قبریا ترا شیش محل“

۱۹۴۸ء

اے قائد اعظم و زعیم اکمل  
 تاریخ وفات قادری نے یہ لکھی

## تاریخ وفات

(بفرمایش محمد احسن فاروقی از کراچی)

خلق سے پردہ کر کے گئے وہ  
تعمیر سے یہ سال رحلت  
واصل مالک دین و دنیا

خلق میں جو تھے اکرم و امجد  
نکلا ہے بحساب ابجد  
سید فخر الدین محمد

۱۱۴۱ = ۱۳۶۷ھ

+۲۲۶

## تواریخ مظہر الحق

۹ اکتوبر ۱۲۸ کو شمس الحق نظامی (مہتمن) کا خط آیا کہ ان کا لڑکا مظہر الحق جو  
رمضان سے فرار تھا، عید کے دن مل گیا پہلے بھی پچھراؤں اور کراچی میں  
بھاگ چکا ہے۔

”بے عقلی مظہر“ ہے نکل جانے کی تاریخ

۱۳۶۷ھ

تاریخ چھپے رہنے کی ہے: ”واہ رے مظہر“

۱۳۶۷ھ

ہو ساتھ جو ”مظہر“ کے ”علی ولی اللہ“

۱۱۴۵ + ۲۲۲ = ۱۳۶۷ھ

کیوں آئے نہ گھر، کیوں نہو تاریخ بھی بہتر

(۲)

”ہمایوں طالع مظہر“ ہے تاریخ کہ واپس بعد مدت آگیا ہے

۱۳۶۷ھ

یہ ہے اک عیسوی تاریخ بھی اور کہ: ”مظہر گھر سلامت آگیا ہے“

۱۹۴۸ء

(۳)

کس وقت نکل جائے، بھروسا کیا ہے  
 ہے اس کی عجیب حرکتوں کی تاریخ  
 حاضر کو بھی سمجھو کہ ہے غائب گویا  
 ”اک یہ بھی ہے مظہر العجائب گویا“

۱۳۶۷ھ

## تاریخ عیدالضحیٰ

(۱)

راشد علی نے لکھا کہ قربانی کا انتظام نہیں ہو سکتا تو میں نے لکھ بھیجا  
 ”عیدالضحیٰ کیا جو قربانی نہ ہو“

۱۳۶۷ھ

(۲)

”جی، بقر عید نہیں، نام ہی ہے خالی نام“

۱۳۶۷ھ

(۳)

”ہو عید ہی کیا بغیر احباب“

۱۳۶۷ھ

(۴)

قطعی بے عیش عید قربان گذری

۵۸۱ + ۱۳۶۷ھ

۱۹۲۸ء



## تاریخیں

۱۶ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو مراد آباد سے پیر بھائی عبدالمنان صاحب اکبر آبادی، انجینئر، مراد آباد کے بڑے بھائی عبدالمبین صاحب ملنے کے لئے آگئے اور تقریباً ایک مہینہ ۱۳ نومبر تک مقیم رہے۔ بہت خوب، بڑے خلوص کے بزرگ تھے۔ ان میں کچھ جذب کا اثر تھا۔ اس لئے ان کی یہ عجیب عادت تھی کہ اکیلے بیٹھے بیٹھے اپنے آپ زور زور سے باتیں کیا کرتے تھے۔ دروازے میں قیام تھا۔ ان کی آواز اندر آتی تھی۔ بچے بڑا تعجب کیا کرتے تھے۔

(۱)

وہ تنہا کیا کرتے ہیں یوں کلام سمجھتے ہیں مجذوب، بچے انہیں یہ تاریخ ہے قادری، بر محل کہ کوئی پس پردہ غیب ہے مگر فضل رب یہ تو لاریب ہے کہ ”مجذوب ہیں بھی تو کیا عیب ہے“

۱۳۶۷ھ

(۲)

۱۳ نومبر ۱۱ محرم کو کہیں گئے اور غائب ہو گئے رات تک نہ آئے۔ یہ تاریخ نکلی جو آئے نہ اب تک کہ: ”مجذوب اب کل سے غائب یکا یک“

۱۹۴۸ء

(نائی کی منڈی میں کسی دوست کے یہاں گئے تھے پھر وہیں منتقل ہو گئے)

## تاریخ

نام کے بھی وہ ولی ہیں کام کے بھی وہ ولی مدح جب ان کی نہیں ممکن تو لازم ہے سکوت

میں سناؤں اک لطیفہ، میں لکھوں اک واقعہ چاہتے ہو گر دلیل اور مانگتے ہو گر ثبوت

ان کے گھر لڑکا ہوا ہے، گو ہیں وہ پیر خرف  
ضعف سے ان کی رگیں ہیں گرچہ تارِ عنکبوت  
دے خدائے پاک اپنے فضل سے، احسان سے  
اس سے بڑھ کر انکو قوت، اس سے بہتر انکو قوت

وہ سلامت اور قوی، بیوی جوان و تندرست  
ان کو دے بچوں پہ بچے، ربّٰی لایموت  
بعد مدت میرے گھر آئے، لکھوں تاریخ بھی  
”وہ حضور و زیب بزم و پیر جی و راجپوت“

۱۹۳۸ء

ایک اور قافیہ میں بھی تاریخ نکالی تھی مگر اس کو درج نہیں کیا جاتا بلکہ اس  
تاریخ کی تاریخ لکھی جاتی ہے:

”ناگفتہ بہ است نا نوشته ہم نیز“  
قطعہ کے مصرع میں تلخیص یہ ہے کہ پروفیسر مولانا ولی محمد خان صاحب کو کالج  
میں تمام طلبہ و اساتذہ اور چیر اسی حضور کہا کرتے تھے اور وہ بزم ادب آگرہ کے  
بڑے رکن رکین تھے اور دوستوں نے ان کی صفات پر ان کو پیر جی کا لقب دیا تھا  
اور کالج سے پہلے وہ راجپوت اسکول آگرہ میں ملازم تھے۔ اس لئے مولوی  
راجپوت کہلاتے تھے۔ یہ بات درج ہونے سے رہ گئی کہ اس ناگفتہ بہ تاریخ کا  
یہ تاریخی قطعہ بھی اسی روز کہا تھا:

اس فحش نویسی از من افسوس  
گفتم بدل وہانست تاریخ  
تو بہ بخدا از جملہ آفات  
”دیدنی ایس ریش و ایس خرافات“

۱۹۳۸ء

## تاریخ واقعہ

مولانا حالی کی ”مناجات بیوہ“ کا شعر ہے۔

تھپکے اور نہ دے تو سونے  
تیرا کہنا اور، کرنا اور ہے  
شعر سے حالی کے اک تاریخ ہے

مارے اور نہ دے تو رونے  
گوا سے ثابت کبھی ہونے نہ دے  
”تو ہمیں تھپکے بھی اور سونے نہ دے“

۱۳۶۷ھ

دوسری تاریخ ہے از روے یاس

”تو ہمیں مارے مگر رونے نہ دے“

۱۳۵۷

+ ۱۰  
۱۳۶۷ھ

## تاریخ پر مٹ

(۱)

”ہوا ہے، لیجیے، پر مٹ ضروری“

۱۹۴۸ھ

(۲)

داخلے پر لگیں ادھر شرطیں  
جانے والا جو ہو سنے تاریخ

رہ گئی سب امید ادھر مٹ کے  
کہ: ”نجانے بغیر پر مٹ کے“

۱۹۴۸ء

## تاریخ ولادت

ہمارے مکان کٹرہ خانخاں کے اوپر کے حصے میں جو تاجر چرم محمد رفیق صاحب  
رہتے ہیں۔ ان کی بیوی بالکل تنہا تھیں ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو شب میں آثار  
ولادت شروع ہوئے نیچے سے والدہ راشدہ اوپر گئیں۔ پھر نیچے آئیں پھر گئیں  
دائی وغیرہ کی بار بار آمد و رفت رہی۔ مگر انتظار کے بعد دائی کی رائے ہوئی کہ  
آج بچہ نہ ہوگا۔ اطمینان سے سو رہا مگر بچہ دوسرے دن بھی نہ ہوا۔

(۱)

کہیں بچہ نہ ہوا، رات گئی، دن گذرا،  
یا یہ غل تھا کہ ”اری چل“، ”ادھر آجلد اوری“  
ہوئی صادق یہ مثل اور ہوئی پوری تاریخ  
”ایں ہمہ بے نمکی، آں ہمہ شورا شوری“

۱۳۶۷ھ

(۲)

جب لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا نام ذکیہ رکھا گیا تو میں نے کہا:  
کہ ”دائم ذکیہ سلامت الہی“

۱۳۶۷ھ

وفات سے ۲۳ سال کے بعد محی الدین احمد خاں صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر  
میرٹھ کالج کی فرمائش سے لکھی گئی۔  
پردہ فرما کے جو دنیا سے گئیں  
جنت الفردوس میں ان کو سپرد  
قادری لکھ دیجئے سال وفات  
شامل حال ان کے رحمت ہو گئی  
خدمت خاتون جنت ہو گئی  
”حاصل اب جنت میں راحت ہو گئی“

۱۳۲۵ھ

تواریخ ڈاکٹری عبادت بریلوی  
(بفرمائش خواجہ احمد فاروقی)

(۱)

کیوں عبادت نہ ہوتے پی ایچ ڈی  
تم بھی خوش ہو کے سال ڈاکٹری  
تھا جو تنقید میں یہ طولی  
لکھ دو خواجہ ”فضیلت اولی“

۱۳۶۷ھ

(۲)

شکر ہے بھائی عبادت ہو گئے پی ایچ ڈی  
 مل گیا ہمت کا تمغا قابلیت کی سند  
 پیش کردہ تہنیت کے ساتھ یہ تاریخ بھی  
 ”واہ اچھی ہاتھ آئی اک فضیلت کی سند“

۱۹۴۸ء

(۳)

عبادت کی تنقید ہے بے مثال  
 یہ تاریخ اعزاز پی ایچ ڈی  
 بنایا ہے بدر اس کو جو تھا ہلال  
 لکھو: ”طرہ علم و فضل و کمال“

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات

”پاک دل پیر جی سید ظفر حسن مرحوم“

۱۹۴۸ء

کر گئے اب ظفر حسن بردہ  
 سید و پیر و متقی و خلیق  
 قادری لکھ دو ان کا سال وفات  
 تھے خدا کے وہ بندہ مقبول  
 ششدر ان کی صفات میں ہیں عقول  
 ”وہ رہے داخل جوارِ رسول“

۱۳۶۷ھ

(۲)

پیر جی کے واسطے لکھ قادری  
 ”عیسوی تاریخ“، ”مختار بہشت“

۱۹۴۸ء

۱۳۶۷ھ

اور: ”ہجری بھی ہے تاریخ وفات“

۱۳۶۷ھ

۱۹۴۸ء

(بفرمایش ڈاکٹر فصیح الدین)

تاریخ وفات محمد عقیف فرزند ڈاکٹر محمد ظریف صاحب جماعتی  
 داغ دے جاے جو فرزند جواں  
 پوچھنا کیا صدمہ قلب ظریف  
 داخل رحمت ہو فرزند سعید  
 صبر پائے باپ کا قلب ضعیف  
 قادری، لکھ دو یہ تاریخ وفات  
 ”ہوں جوار رحمت حق میں عقیف“

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات حامدہ دختر ضیاء الحق مرحوم  
 ۱۴ جولائی ۱۳۸۷ء و ۱۶ رمضان چہار شنبہ

کیوں جہاں تاریک ہے؟ کیا حامدہ رخصت ہوئی  
 جان کو کب ہوش اتنا، دل کہاں قابو میں ہے  
 غم زدہ ماں کے دل و جاں کا بیاں کیا ہو سکے  
 آہ میں کیفیت جاں، حال دل آنسو میں ہے  
 دفن ہونے کو گئی پچھراؤں میں بجنور سے  
 یہ کشش خاک وطن کی، قوت جادو میں ہے  
 رحمت حق! حامدہ کو اذن سیرِ خلد ہو  
 ہاں، کلیدِ خلد تیری جنبشِ ابرو میں ہے  
 پھر کہے یہ قادری تاریخ قلبِ زار سے  
 یعنی: ”بیٹی خلد میں بھی باپ کے پہلو میں ہے“

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات اہلیہ سید واصف علی، ایم اے، اکبر آبادی  
 جانے سے اب اسکے زندگی میں ہے خلا  
 ورنہ پوری تھی سب، کمی جو کچھ تھی  
 تاریخ میں جذبہ ہے دلِ واصف کا  
 ”اب آہ کہاں، شگفتگی جو کچھ تھی“

۲۱۳۶۷ھ

## تاریخ وفات

ولیعہ کاملہ و پاکیزہ باطن والدہ صاحبہ مکرمہ، جناب عزیز میاں صاحب، سجادہ، نیاز یہ بریلی

۱۳۶۷ھ

رَضِيَ عَنْهَا اللَّهُ الصَّمَدُ

۱۳۶۷ھ

وہ پردہ کر گئیں ”اخلاق نیک و اتقا والی“

ہوئیں اب رونق افزاے حریم قصر علییں

”نیاز یہ نظامیہ، فدائے حق وہ مہدیہ“

۱۳۶۷ھ

ہمیشہ سے تھیں ”نی ذات الاحد فانی تُقا آئیں“

۱۹۴۸ء

سب اولاد ان کی محبوب و عزیز و صادق موسیٰ  
حق آئیں و حق آگاہ و حقائق بین و حق آگئیں

ہم آل مرحومہ ”(بادابہ رحمت رحمت دائم)“

۱۳۶۶ھ

کہ ”از حق یافت جاے قدسی فردوس آل حق ہیں“

۱۳۶۶ھ

صف اُمّ عزیز اُمّ النیازیہ کی ہو کیونکر  
تھی ان کی ذات سے دُنیا کی برکت دین کی تزئیں

وہ دل والی، کرم والی، عطا والی، سخا والی  
نہایت باکرامت، باشرف، باوضوح، باتمکین

لکھی تاریخ رحلت قادری خستہ خاطر نے  
 ”ولیه، نیک سیرت، عارفہ، اُمّ النبیاز ہیں“

۱۳۶۷ھ

(رحمت بی صاحبزادی تھیں جو والدہ سے ایک سال پہلے انتقال کر گئیں۔  
 اس لئے ان کی تاریخ میں ۱۳۶۶ھ نکالا ہے)

تاریخ

مرقدِ قدسی و پُر انوار شاہ نواب احمد سجادہ نشین

۱۹۴۷ء

ان شاہ صاحب کی کچھ تاریخیں پہلے درج ہو چکی ہیں۔ اتفاق سے کاغذات میں  
 یہ تاریخ بعد کو ملی۔ یہ بھی مرحوم کے خالہ زاد بھائی حافظ عبدالستار کی طرف سے۔  
 مرقد حضرت نواب احمد  
 رفت در عین شباب از دنیا  
 صاحب فیض و عطا و احسان  
 بود سجادہ نشین کلیر  
 کرد ارشاد و ہدایت شش سال  
 صبر از حضرت صابر آموخت  
 ناگہانی مرضے شد لاحق  
 بود بر کوہ بھوالی کہ رسید  
 گفت لبیک بہ پیغام قضا  
 بست و ہفتم ز جمادی الاخری  
 جمعہ بود کہ شد و اصل حق  
 پس بہ کلیرز بھوالی آمد  
 گفت حافظ پے تاریخ وصال

یاد خوشبو ز شمیم جنت  
 درگذشت از ہمہ رنج و راحت  
 پاک دل، پاک رواں، پاک صفت  
 ذات او بود بہ کلیر نعمت  
 حسب دستور و رواج و عادت  
 فقر از شیخ فرید ملت  
 نشد از ہیج علاج صحت  
 حکم خالق پے کوچ و رحلت  
 خورد از جام وصالے شربت  
 کرد از عالم فانی ہجرت  
 باد از حق بردانش رحمت  
 یافت در پہلوے آبا تربت  
 یافت آرام مقام جنت

۱۳۶۶ھ



## تلاش تواریخ

۱۹۴۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الْمَعَزِّ الْعَظِيمِ

۱۳۶۷ھ

تواریخ وفات مجمع کمال

۱۹۴۸

صدر الافاضل والاجاہ مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب

۱۹۴۸ء

رَضِيَ عَنْهُ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْوَهَّابُ

۱۳۶۷ھ

أَعْنَى مَوْتِ الْعَالَمِ مَوْتِ الْعَالَمِ

۱۳۶۷ھ

وہ مولانا نعیم الدین صاحب وہ تھے بھی، ہو گئے بھی واصل حق گئے ان کے فضائل ساتھ ان کے حکیم و فاضل و حاجی و زائر وہ جن کی پاک سیرت، نیک طینت خطیب خوش بیاں و نکتہ پرور لکھوں اب قادری تاریخ رحلت کہ: ”وہ اہل حق و صدر افاضل“

۱۳۶۷ھ

کہوں: ”وہ خضر راہ کعبہ دل“

۱۹۴۸ء

۱۳۶۷ھ

”وہ نجم علم باتوصیف و تحسین“

۱۳۶۷ھ

کہوں: ”درویش کامل رحمت حق“ کہوں: ”صدرِ افاضل کعبہ دیں“

۱۳۶۷ھ

۱۳۶۷ھ

کہوں: ”وہ گلستانِ خلد میں ہوں“ ”وہ نیک آہنگ وہ باخوے شیریں“

۱۳۶۷ھ

۱۳۶۷ھ

”وہ کنزِ علم جو مخدوم گیتی“ ”وحیدِ خلق جو باعز و تمکین“

۱۳۶۷ھ

۱۳۶۷ھ

دو سالِ عیسوی و ہجری آمد  
عظیم القدر بود آل سرورِ دیں

۱۳۶۷ + ۵۸۱

۱۹۴۸ء

(۲)

کردچوں صدرِ افاضل رحلت  
”یافت آرام مقامِ جنت“

۱۳۶۷ھ

آمدہ ہم بہ دو مصراعِ دو سال  
”فخرِ اقلیم، حکیمِ حازق“

۱۹۴۸ء

(۳)

صدرِ افاضل زمان، خلد میں پاتے ہیں سکوں  
سالِ وفات بھی لکھوں: ’فی الغرقتِ آمنوں‘

۱۹۴۸ء

(۴)

جانے سے مولانا کے ہیں، سب بے سرو پا محوِ غم  
فضل و سخا، رشد و ہدئی، حلم و حیا، عدل و کرم  
ض خ ش د ل ی د ر

۸۰۰ ۶۰۰ ۳۰۰ ۴ ۳۰ ۱۰ ۴ ۲۰۰ = ۱۹۴۸ء

(۵)

اے قادری خستہ دل، تاریخ رحلت کر رقم  
ہیں رُونما اب: درد و غم، قہر و جفا، رنج و ستم  
۴ ۱۰۰۰ ۱۰۰ ۳ ۲۰۰ ۶۰ = ۱۳۶۷ھ

### تاریخ خواب

کیم محرم ۱۳۶۸ھ (۳ نومبر ۱۹۴۸ء) کو نماز فجر کے بعد آنکھ لگ گئی تو خواب دیکھا  
سو گیا میں جو عیاں ہوتے ہی آثار سحر  
خواب دیکھا کہ جو تھا خواب پر انوار سحر  
اس کا ہے: ”خواب فرح باری انوار“ بھی سال

۱۳۶۸ھ

اور تاریخ بھی ہے: ”خواب فرح باری سحر“

۱۳۶۸ھ

### تاریخ غرقابی چاہ

پچھراؤں میں ۲ محرم ۱۳۶۸ھ کو مفتی کی مہندی کے جلوس میں پرانے تھانے  
کے پاس بڑا مجمع تھا۔ وہاں پپیل کے نیچے کنواں ہے۔ ہجوم کی کشمکش میں ایک  
عورت کنویں میں گر پڑی۔ ایک مرد خدا ترسی کو فوراً رسی کے ذریعے سے  
کنویں میں اترا۔ لیکن رسی ٹوٹ گئی اور وہ شخص غوطے کھانے لگا۔ مشکل سے  
اس کو نکالا۔ پھر دوسرا آدمی اترا اور عورت کو نکال لایا مگر وہ ختم ہو چکی تھی۔  
مرد بیچ گیا یہ مرد اس عورت کا شوہر تھا لیکن اس کو خبر نہ تھی کہ اس کی بیوی  
گری ہے۔ وہ عورت باؤ اللہ (عباد اللہ) کی نواسی سعیدن تھی۔

(۱)

چل گیا تیر بے پناہ اجل  
پڑ رہی تھی کڑی، نگاہِ اجل  
کیا خبر، ہے یہ جلوہ گاہِ اجل  
تھی ادھر ہو کے، اس کی راہِ اجل  
دوسری: ”ہے غریق چاہِ اجل“

۱۳۶۸ھ

آگئی تھی قضا سعیدن کی  
مہندی مفتی کی دیکھتی تھی کھڑی  
محو تھی جلوہ محرم میں  
ناگہاں گر پڑی کنویں میں غریب  
ایک تاریخ: ”غرقِ رحمت“ ہے

۱۹۴۸ء

(۲)

کم سے کم بچھراؤں میں تو یہ نیا ہے حادثہ  
کر گئی قائم عجب مفتی کی مہندی یاد گار  
نکلی ہے تاریخِ غم آگیاں جو ٹوٹا قلب زار  
”یہ شہادت اب شہادت کی رہے گی یادگار“

۱۹۴۸ء

تواریخِ محرم

آگرہ میں پورے عشرہ محرم میں اور خصوصاً ۹ محرم کو تعزیه داری کا بڑا زور شور  
رہتا تھا۔ اس سال بالکل خاموشی اور سناٹا رہا

(۱)

یہی تاریخ ہے غم کی جو یہ ایام ہیں غم کے  
محرم بھی ہو اس سال ماتم میں محرم کے

۱۳۶۸ھ

(۲)

”روزِ عاشورہ یہ سناٹا ہے کیا“

۱۳۶۸ھ

(۳)

ما تم نہ تعز یہ نہ جلوس علم ہے آج تاریخ یہ ہوئی کہ: ”محرم کا غم ہے آج“

۱۳۶۸ھ

## تاریخ

ہیں جدا دوستوں اور عزیزوں سے کیوں نہ ہو زندگی سے دل ہی اچاٹ  
ملک کی بانٹ یہ ہوئی اچھی کہ دیا دل کو گرد غم سے پاٹ  
چھوڑ کر رہتک، آگرہ، پچھراوں پہنچے کوسٹہ، کراچی اور کوہاٹ  
ہوئے برباد بے وطن ہو کر ماس کے ماس اور لاٹ کے لاٹ  
سچ ہوئی قادری کی یہ تاریخ ”ہو گئے خاندان بارہ باٹ“

۱۳۶۸ھ

## تاریخ بستر عجیب

۱۹۴۸ء

۲۰ نومبر ۱۹۴۸ء کو شب میں سونے کے لیے لیٹا تو معلوم ہوا کہ میرے نیچے  
پرانا لحاف بچھا ہوا ہے۔ اس کا روڑ ٹوٹا ہوا تھا۔ کہیں زیادہ سا جمع ہو گیا تھا کہ کمر  
کے نیچے ناگوار ہوتا تھا۔ کہیں بالکل روئی نہ ہونے سے ڈھال سا پیدا ہو گیا تھا۔  
اس وقت کروٹیں بدلنے میں تاریخ ہو گئی۔

بعض حصے ہیں خالی اور ڈھیلے  
کہ: ”یہ بستر پہ خند قیں ٹیلے“

۱۹۴۸ء

جمع ہو کر روڑ کہیں ہے ابھار  
لیٹے لیٹے یہ ہو گئی تاریخ

۱۔ ماس Mass

۲۔ لاٹ Lot

## تاریخ

۲۶ نومبر کی رات میں جب سب سونے کے لیے لیٹ گئے تو کسی فقیر نے دروازے کے باہر صدائیں دینی شروع کیں کوئی لڑکا معلوم ہوتا تھا۔ برابر زور زور سے چلاتا رہا اشد بھی لیٹ گیا تھا۔ اٹھنا نہ چاہتا تھا۔ اس کی والدہ نے زبردستی اٹھایا اور دروازہ کھلوا کر روٹی دلوائی۔

محتاج کے دست گیر ہو تم  
"اک وہ ہے غنی، فقیر ہو تم"

یہ شکر ہے نعمت خدا کا  
تاریخ کا یاد رکھو مضمون

۱۹۳۸ء

## تاریخ

حسن میاں کا بچہ سال بھر کا ہو گا۔ انہوں نے بچے کا ہاتھ پکڑ کر خط میں مجھے سلام لکھوایا۔ میں نے یہ تاریخ لکھ کر بھیج دی۔

گوئی "دادا" و نویسی خط مرا  
من دعا بنو یسم و تاریخ ہم  
زندہ باداے انجم اے شاہد حسن  
"راحت جانی و نور چشم من"

۱۳۶۸ھ

## تاریخ نوکری

کہ بہ لاہور شدہ لکچرے  
آمد ایں روز مسرت اثرے  
"نوکری باد مبارک خبرے"

نوکری طاہر فاروقی یافت  
صبر تلخ ایں ثمر شیریں داد  
قادری گفت بتاریخ و دعا

۱۳۶۸ھ

## تاریخ

اتفاق سے امتحان کی کاپیوں پر جامعہ اردو کی جگہ جامعہ اردو چھپ گیا تھا۔  
چھپا ہے کاپیوں پر کیوں بجائے جامعہ ”جامہ“  
ہوئے وہ آپ اپنی سعی غفلت کوشش سے عریاں  
کہی تاریخ میں نے، گرچہ خواہاں معافی ہوں  
”یہی ہیں ”جامہ اردو“ میں عقل و ہوش سے عریاں“

۱۳۶۸ھ

## تاریخ کرامت

عنوان میں ”کرامت“ اصطلاحی معنوں میں نہیں ہے۔ اضافت باد نے بلا  
نسبت سمجھنی چاہیے ۲۶ نومبر ۱۹۳۸ء کو زاہد کا کراچی سے خط آیا۔ اس میں  
لکھا تھا کہ آپ نے خط میں اکمل علی کو صدیقی صدیقی جماعتی کرامتی لکھا تھا۔  
اس میں یہ لطیفہ پیدا ہو گیا کہ اکمل کے پردادا کا نام کرامت علی تھا۔ اکمل کی  
والدہ نے کہا قادری صاحب نے کرامتی کا لفظ اسی نسبت سے لکھا ہے اکمل  
نے کہا ان کو اس بات کی کیا خبر۔ اور واقعی مجھے خبر نہ تھی۔ میں نے تو قافیہ  
پیائی کی تھی زاہد نے لکھا کہ اس کی تاریخ کہہ دیجئے۔

تھی صرف وہ نسبت کرامت  
سب اہل فضیلت کرامت  
حاصل ہو جو دولت کرامت  
بس یہ تھی حقیقت کرامت  
یہ دیکھئے وسعت کرامت  
تھے صاحب نعمت کرامت  
شخصیت حضرت کرامت

اکمل کو ”کرامتی“ جو لکھا  
ان کے ماں باپ دادا نانا  
صوفی ہیں وہ خود بھی تو عجب کیا  
نسبت سے مدعا تھا میرا  
پیدا ہوا اس میں اور مفہوم  
اس نام کے ان کے جد اعلیٰ  
مطلق مرے علم میں نہیں تھی

منسوب انھی کی ذات سے ہے اس میں ہے جو صورت کرامت  
تاریخ اسی لئے یہ لکھی  
"ہے ایک کرامت کرامت"

۱۳۶۸ھ

تواریخ

وفات سے ۲۲۲ سال بعد ۲۶ رزی قعدہ ۱۳۶۷ھ یکم اکتوبر ۱۹۴۸ء کو  
جناب مہدی حسن صاحب جماعتی کی فرمائش سے لکھی گئی۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ

۱۱۴۵ھ

"خواب گاہ سلطان عصر"

۱۱۴۵ھ

قطب اسلام شاہ محمد فرہاد ابوالعلائی دہلوی

۱۱۴۵ھ

جانشین زبدہ غباد سید دوست محمد

۱۱۴۵ھ

خلیفہ وحید امیر ابوالعلاء

۱۱۴۵ھ

نور اللہ رب العالمین مرقدہم

۱۱۴۵ھ

قطعہ

چناں محوق شاہ فرہاد شد کہ ہر شے سوی اللہ از یاد شد  
چواو دست خود داد در دست دوست ز فکر و غم عالم آزاد شد



زفیضانِ روحانی بوالعلا کشید ”آہ“ و دل گفت سال وصال  
 براہِ حق از غیبش امداد شد کہ: ”فانی بحق شاہ فرہاد شد“

۱۱۲۵ھ

۶

ہم از ”جلوۂ ذات“ سال آمدہ کہ از ذاتِ حق قلبش آباد شد

۱۱۲۵ھ

ہم از ”مظہر“ و آفتابِ سخا“ توارتخ را نیک بنیاد شد

۱۱۲۵ھ

۱۱۲۵ھ

وگر ”فخر دارین“ شد سال وصل کہ او فخرِ افرادِ امجاد شد

۱۱۲۵ھ

ز ”تاجِ خُلاق“ بود سال ہم کہ او تاجِ عباد و زہاد شد

۱۱۲۵ھ

وگر قادری گفت سال وصال  
 ”بحق وصل آں قطبِ الاوتاد شد“

۱۱۲۵ھ

### توارتخ ولادت

سعید کاہے نواسا، عزیز کا پوتا  
 رہے یہ بچہ سلامت، شفیق کا یارب

مبارک اس کی خوشی دونوں خاندانوں کو  
 یہ سب کا نور نظر ہے، سرورِ دل کا سبب

یہ نور گھر میں جو آیا تو اس کے ساتھ آئیں  
 خوشی و بہجت و شادی و انبساط و طرب

یہ عمر و صحت و اقبال پائے دنیا میں  
 اسے نصیب ہو فضل و کمال و علم و ادب

یہی دعا ہے، ولادت کی بھی یہی تاریخ  
”سعید خلق ہو، ہر دل عزیز، نیک حسب“

۱۳۶۸ھ

(۲)

پیدا ہوا فرزند شفیق الرحمن آنکھوں کا ہے نور سب کی اور دل کا قرار  
 یہ راحت جاں سب کو مبارک یارب تاریخ بھی ہے: ”سعید ہو بر خور دار“

۱۳۶۸ھ

(افسوس کہ اب نہ بچہ رہا نہ اس کی والدہ)

## تواریخ ملازمت

(۱)

توجہ قبلہ عالم کی بیڑا پار کرتی ہے  
 ہوئے زاہد پروفیسر نہ کیوں ہو دل خوش و خرم  
 کہی تاریخ میں نے نوید جاں فزا سن کر  
”سے کیا زاہد پہ آج احسان و فیض قبلہ عالم“

۱۳۶۸ھ

(۲)

ہوئی حرکت میں برکت، ہو گئی مشکور سعی آخر  
 یہی ہے حکم بندے کو، نہ رہ غافل، تگ و دو کر  
 کیا شکر خدا بھی اور کہی تاریخ بھی میں نے  
”یہی اللہ کا ہے فضل، زاہد بھی ہوئے نوکر“

۱۳۶۸ھ

(۳)

زاہد حسن فریدی کو سندھ کالج کراچی میں اور محمد طاہر فاروقی کو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ملازمت ملی۔ دونوں کی تاریخ ہے۔

پروفیسر ہوئے ہیں کالجوں میں طاہر و زاہد  
ملی یہ نوکری اچھی ہوئی گودیر تو بجد

کہی تاریخ جب خط آئے لاہور و کراچی سے  
کہ: ”ہے اچھا ثبوت اس کا کہ دیر آید درست آید“

۱۹۴۸ء

## تاریخ ہڑتال کالج

(۱)

یہ لڑکوں کی ہڑتال کیا اور کیوں نہ عقل آئی تعلیم و تادیب سے  
ہے آزادی ایسی تو تاریخ ہے کہ: ”آزادی اخلاق و تہذیب سے“

۱۹۴۸ء

(۲)

آگرہ کالج و سینٹ جانس کا بگڑا ہے مذاق  
یعنی سنجیدہ ہے یہ بات کہ پڑھنا ہے مذاق  
امتحان دینے نہ آئے تو یہ تاریخ ہوئی  
”لڑکے ہڑتال کو بھی سمجھے کہ اچھا ہے مذاق“

۱۹۴۸ء

(۳)

یہ ہڑتال تاریخ کا اک سبب ہے ”نہ باقی ادب اب، نہ تہذیب اب ہے“

۱۳۶۸ھ

(۴)

ہے لڑکوں کا ہڑتال پر اتفاق  
 ”جنوں، مینیا، خبط، سودا، مرق“

۱۲۲۳ + ۷۰۵ = ۱۹۲۸ء

پھر اسر، کہ سب امتحاں سے پھرے  
 یہ ”خمسہ“ ہے شامل تو تاریخ ہے

۷۰۵

تاریخ

ترک پرہیز:

شوربے پھلکے کی، یخنی آش کی  
 ”خوب کھائی ہم نے کھجڑی ماش کی“

۱۳۶۸ھ

تھی ضرورت تو ابھی پرہیز میں  
 ترک پرہیز اور یہ تاریخ واہ!

(۱۹۲۸ء میں ۲۲۲ تاریخیں)

تاریخ ڈائری ۱۹۲۹ء

سرگذشت روزانہ نگار خانہ غیبی

۱۹۲۹ء

۱۹۲۹ء

(۱)

حاصل ہے یہاں ہنر سے کیا، عیب سے کیا  
 کیا جیب میں آئے، صرف ہو جیب سے کیا

دیکھو یہ ڈائری اور اس کی تاریخ  
 باہر آتا ہے پردہ غیب سے کیا

۱۹۲۹ء

(۲)

ہر صبح بعافیت ہو، ہر شام بخیر  
ہم سال شدہ: "بسازو اتمام بخیر"

۱۳۶۸ھ

"آغاز اچھا ہوا، ہو انجام بخیر"

۱۹۴۹ء

یا رب ہو تمام سال، ہر کام بخیر  
آمد بہ دو مصراع دگر نیز دو سال

"آغاز بخیر سال کا آج ہوا"

۱۹۴۹ء

(۳)

یادگار از تحریرات حامد حسن قادری

۱۹۴۹ء

تاریخ بیاض

"بیاض روشن" "خزانہ شعرو سخن" "تصانیف مولوی حافظ سید حامد علی"

۱۹۴۹ء

۱۹۴۹ء

۱۳۶۹ھ

تواریخ سالنامہ

نظارگی سالنامہ

۱۹۴۹ء

ایام بہار گل "غنیچہ"

۱۳۶۸ھ

آئینہ خانہ تواریخ

۱۹۴۹ء

(۱)

سالنامہ غنیچہ بجنور کا ہے یا بہار  
اس بہار علم کے آگے ہے اک دھوکا بہار

خود لب اردو سے یہ تاریخ سن لو قادری  
"اللہ اللہ گلشن "غنیچہ" میں آئی کیا بہار"

۱۹۴۹ء

(۲)

انسان کو ہے علم و ہنر رحمت حق  
میں نے تاریخ سالنامہ لکھی

غنیچہ کا یہ فیض کیوں نہ ہو برکت حق  
”غنیچہ کا سال نامہ ہے نعمت حق“

۱۹۴۹ء

(۳)

سال ہا سال سے غنیچہ کا کھلا ہے گلشن  
ملک میں علم کا ہے اس سے رواج اس سے چلن

سالنامہ ہے یہ غنیچہ کا، تم اس کی تاریخ  
کہدو: ”غنیچہ ہوا اچھا گل خنداں کا چمن“

۱۹۴۹ء

(۴)

بنا دیتی ہے آزاد و بھادر اور جوشیلا  
بڑی رکھتی ہے خوبی یہ الف بے جیم بچوں کی

علم بردار سے تعلیم کا غنیچہ تو سال اس کا  
لکھو: ”تعمیر قومیت بھی ہے تعلیم بچوں کی“

۱۹۴۹ء

(۵)

غنیچہ کو پڑھ پڑھ کے ہو جاتے ہیں بچے عقل مند  
آتے میدان عمل میں ہیں وہ عالم بن بنا

لیکے فوج علم و فن آیا، تو یہ تاریخ بھی  
لکھ دو ”غنیچہ علم بردار علم و فن بنا“

۱۹۴۹ء

(۶) مصرع سال طبع روشن شد  
”غنیچہ سالنامہ گلشن شد“  
 ۱۹۴۹ء

(۷) تاریخ اس کی یہ شان رنگیں  
”غنیچہ گلستان رنگیں“  
 ۱۹۴۹ء

(۸) تاریخ نکلی ہے کیا شگفتہ  
”جب دیکھا غنیچہ دیکھا شگفتہ“  
 ۱۹۴۹ء

### تواریخ سالنامہ

(۱) جو پاتا ہے اشاعت سالنامہ آستانہ کا  
کہو: ”کنز السعادت سالنامہ آستانہ کا“  
 ۱۳۶۸ھ

اگر اک اور تاریخ اشاعت قادری چاہو  
تولو: دریائے وحدت سالنامہ آستانہ کا  
 ۱۳۶۸ھ

(۲) جو ہے درکار تاریخ اشاعت  
تو کہدو: ”آستانہ ابر رحمت“  
 ۱۳۶۸ھ

(۳) ہے آستانہ مطلع انوار معرفت  
تاریخ بھی ہے: ”مخزن اسرار معرفت“  
 ۱۹۴۹ء

(۴)

سال طبع سالنامہ بھی ہے خوب ”آستانہ کیا ہے مرغوب قلوب“

۱۹۴۹ء

(۵)

یہ ہے سالنامہ کی تاریخ شایاں کہ: ”ہے آستانہ بھی مہر درخشاں“

۱۹۴۹ء

### تاریخ بدایاے تصاویر

۱۹۴۹ء

(۱)

ظفر میاں سلمہ نے بیلہ (بلوچستان) سے اپنی تصویر بھیجی۔  
 کھلی مرجھائے ہوئے دل کی کلی یہ ہوا آج کدھر کی آئی  
 خط جو بیلہ سے ظفر کا آیا مجھ کو خوشبو گلِ ترکی آئی  
 بھیجی پر دیسی نے اپنی تصویر خوب سوغات سفر کی آئی  
 میں جو کرتا تھا دعا ملنے کی اس میں اک شان اثر کی آئی

میں نے خوش ہو کے یہ تاریخ کہی  
 ”واہ تصویر ظفر کی آئی“

۱۹۴۹ء

۱۹ جنوری ۱۹۴۹ء

(۲)

بیلہ سے حسن میاں کے بڑے بچے شاہد سلمہ کی تصویر بھی آئی  
 کرے مسرور سارے گھر کو اس کی چاند سی صورت  
 کرے پر نور پاکستان کو تنویر شاہد کی



الہی خوش رہے، پھولے پھلے گلزار عالم میں  
 بڑی خضر و سکندر سے بھی ہو تقدیر شاہد کی  
 کروں تاریخ میں اظہار، میں دل کی مسرت کا  
 کھلی دل کی کلی حامد، ملی تصویر شاہد کی

۱۳۶۸ھ

رنج دوری و غم فرقت کی حل ہوں مشکلیں  
 زخم سب دل کے سلین، غنچے بھی سب دل کے کھلیں  
 قادری تاریخ اک ایسی، دعا بھی جس میں ہو  
 لکھو: ”یارب جن کی تصویریں ملیں خود بھی ملیں“

۱۹ جنوری

۱۹۴۹ء

تاریخ اجرائے ”سازگار“ کراچی

۱۹۴۹ء

(عزیزی عارف حسن فریدی سلمہ کی فرمائش سے لکھی گئیں)

(۱)

ادب کے باغ میں اک مژدہ بہار آیا  
 نہال شعر و سخن پر عجب نکھار آیا

یہ قادری نے بھی سال اشاعت اے عارف  
 لکھا کہ: ”خضر ادب ہو کے ”سازگار“ آیا“

۱۹۴۹ء

(۲)

گل و گلشن یہی، بہار یہی  
 ”گویا ہے بخت سازگار یہی“

عالم شعر و علم و فن کے لیے  
 ہے یہ تاریخ قادری موزوں

۱۳۶۸ھ

(۳)

تاریخ کلے "ادب" کے ساتھ اب اظہار "روشن انوار" ساز گار "انوار"  
۱۳۶۱  
 + ۷  
۱۳۶۸ھ

(انوار ایڈیٹر کا نام تھا)

تواریخ

(ساجد حسن قادری انسپکٹر و ہیڈ ماسٹر، ریاست لسبیلہ کی طرف سے)

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين

۱۳۶۸ھ

ہدیہ ادب پیغام تہنیت

۱۹۴۹ھ

بخدمت عالی کنز اقبال

۱۳۶۸

"خان خوانین" "میرا علی غلام قادر بھادر"

۱۹۴۹ء

۱۳۶۸ھ

مدوح آفاق رئیس ریاست لسبیلہ

۱۳۶۸ھ

"بتقریب بے بہا شرف حج و زیارت" "ولادت فرزند تاج آفاق"

۱۳۶۸ھ

۱۹۴۹ء

زہے الطاف رحمانی، فہے انعام ربانی  
 ہوئے حج سے مشرف جام صاحب ظل سبحانی  
 حضور خان عالی و جناب بیگم علیا  
 نہ ان کا جاہ میں ہمتا، نہ ان کی شان میں ثانی  
 سعادت دونوں لیکر حج بیت اللہ کی آئے  
 وہ دیکھ آئے رسول اللہ کا دربار نورانی  
 کھلے ہیں بندگانِ حضرت عالی کے دل کیا کیا  
 و فور و جوش عشرت ہے، مسرت کی فراوانی  
 یہ تاریخ سعادت پیش کراے قادری تو بھی  
 کہ: ”ہو حج، بھی زیارت بھی، مبارک ظل یزدانی“

(۲)

رہے قائم ہمیشہ ان کا سایا  
 ”مبارک حج بیت اللہ خدایا“

۱۳۸۶ھ

کر آئے حج حضورِ جام و بیگم  
 یہ سال تہنیت اے قادری لکھ

(۳)

ہو مبارک آپ کو یہ نونہال  
 جاوداں بادا بفضلِ ذو الجلال  
 نیک دل، پاکیزہ طینت، خوش خصال  
 اس کو حاصل ہو فضائل میں کمال

شاد ہو کر قادری ساجد حسن  
 سال لکھ دو ”خوش لقا یوسف جمال“

۱۳۶۷ھ

جام صاحب اور بیگم صاحبہ  
 میر یوسف خاں سرور جان و دل  
 صاحب اقبال و غز و جاہ ہو  
 سر پہ ہو ظلِ ہمائے والدین

(۴)

جام والا مقام و بیگم را  
 صاحب عمر عزت و اقبال  
 نامش آمد جو میر یوسف خاں  
 تہنیت باد خاندانش را  
 پسرے باجمال، یزداں داد  
 مالک خوبی و صلاح و سداد  
 یوسف عصر خود بعالم باد  
 ہم دل بندگانِ عالی شاد  
 قادری گفت سال تولیدش  
 ”ثمرے آمدہ بشاخ مراد“

۱۹۳۸ء

(۵)

دل جام و بیگم بالطفِ یزداں  
 رقم ساجد قادری کرد سالش  
 زویدار فرزند شاداں و فرحاں  
 ”ہمہ نور چشم و ہمہ راحتِ جاں“

۱۳۶۸ھ

”پیش کش از نیاز منداونی ساجد حسن قادری“

۱۳۶۸ھ

تاریخ نوید نعمت حق

۱۹۳۹ء

قادری جب ”نعمت حق“ مل گئی تو بالیقین

۶۶۸

ہو گئی تاریخ بھی: ”واللہ خیر الرازقین“

۱۲۸۱

+ ۶۶۸

یکم جنوری ۱۹۳۹ء

۱۹۳۹ء

## تاریخ

زاہد حسن فریدی سندھ کالج کی ملازمت چھوڑ کر گورنمنٹ ٹرانسلیٹر ہو گئے ایک تاریخ بیساختہ نکل آئی۔ میں نے کچھ اور بھی نکال کر زاہد کو بھیج دیں۔ وہ تاریخیں کراچی میں میرے مخدوم و مکرم خان بہادر حضرت بخش مصطفیٰ علی خاں صاحب بنگلوری (خلیفہ حضرت قبلہ عالم روجی فداہم) نے دیکھ کر فرمایا کہ حضور پیرو مرشد قبلہ عالم کا تذکرہ بھی ضروری تھا۔ قادری صاحب کو لکھو کہ اور تاریخ لکھیں۔ زاہد نے مجھے لکھا۔ میں نے اسی قطعہ میں اس ارشاد کا تذکرہ کر کے تاریخ کا اضافہ کر دیا۔

زاہد کے واسطے تھی یہ نوکری مقرر  
تاریخ بن گئی خود: ”زاہد ٹرانسلیٹر“

۱۳۶۸ھ

”شغل جدید زاہد“

”فیض نعیم رازق“

۱۳۶۸ھ

۱۳۶۸ھ

تاریخیں یہ بھی دونوں موزوں ہیں اور بہتر  
تعمیل حکم بخشی صاحب تھی فرض بیشک  
تاریخ کا اضافہ واجب ہوا ہے مجھ پر  
”انعام رب معبود، احسان پیرو مرشد“

۱۳۶۸ھ

تاریخ کا یہ مصرع ہے واقعہ سراسر

۱۳۶۸ھ

اکتوبر ۱۹۴۹ء

## تاریخ قلندری

قدیم دوست اور پیر بھائی فقیر محمد صاحب نقشبندی جماعتی نے اپنے والد مرحوم کی تاریخ کی فرمائش کی تھی۔ خط میں اپنا نام فقیر محمد قلندر لکھا۔ مجھے شوخی سو جھی فرمائشی تاریخ کے ساتھ ان کی قلندری کی بھی کہدی اور ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۹ کو بھیج دی۔ انہوں نے گذشتہ سال کی تاریخ لکھوائی تھی۔

ہے شان قلندری بھی ان میں جو لطف و کرم میں ہیں یگانہ ان پر نظرِ شہ علی پور ہیں جن کے فقیر آستانہ

تاریخ یہ ہے قلندری کی  
”فیض ازل قلندرانہ“

۱۳۶۷ھ

## تاریخ ریش

پروفیسر محمد طاہر فاروقی نوشہ میاں نے پاکستان جا کر داڑھی کو صاف کر دیا۔ یہاں کہا کرتے تھے کہ وہاں جا کر نہ رکھوں گا۔ بڑی خوبصورت داڑھی اور شاندار چہرہ تھا مگر جوانی میں بال سفید ہونے شروع ہو گئے تھے۔ عمر زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ غالباً جولائی یا اگست ۱۹۴۸ء میں یہ صفائی کی تھی مگر مجھے ۱۴ اپریل ۱۹۴۹ء کو علم ہوا اسی روز تاریخ کہی۔ دوستوں عزیزوں کے واقعات بالکل صحیح ہیں۔ جب میں ۹ جون ۱۹۴۹ء کو لاہور گیا تو خود نوشہ میاں کو قطعہ تاریخ سنایا۔ بہت خوش ہوئے۔

## فضل خزان ریش

۱۳۶۸ھ

وہاں جا کر جو موٹھی تم نے داڑھی دیا گویا یہ پاکستان کو باج

نہ تھی آخر وہ عرض و طول میں چھاج  
مگر تھا یہ تو نور رب و ہاج  
نہ آتا اس کو دھننے کوئی حلاج  
کہ ذبح ریش کو سمجھا حلال آج  
کہ یوں اٹھا غضب کا بحر موج  
شناسا بھی تعارف کے ہیں محتاج  
کھڑے تکتے ہیں منہ انباء و ازواج  
کیا ریزر سے ملک رخ کو تاراج  
یہی سرا، یہی طرہ، یہی تاج  
تو کیوں بنتے مرے طعنوں کا آماج

ذرا سے بال تھے، رہنے ہی دیتے  
یہ ڈر تھا، آتی جاتی ہے سفیدی  
اگر روئی کا گالا ہو لہجی جاتی  
کبھی قصاب سمجھا تھا کسی نے؟  
بڑا بخش کہا تھا کیا کسی نے؟  
ہوا پہچاننا صورت کا دشوار  
وہی آواز ہے، صورت نہیں وہ  
مٹا ڈالا خط قدرت کو تم نے  
یہی تھی مرد مومن کی نشانی  
نہ کرتے تم جو منڈوانے کی غلطی

سنو اپنی صفائی کی یہ تاریخ  
”خس و خاشاک داڑھی کا نہیں آج“

۱۹۳۸ء

”تواریخ وفات محسن ہند“

۱۹۲۱ء

عالی جاہ کنور محمد لطافت علی خاں سعد آبادی

۱۹۲۱ء

”اِنَّ الدِّينَ اٰمَنًا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَہُمْ وَحَسَنَ مَّآبٍ“

سورہ رعد ۱۹۲۱ء رکوع ۴ پارہ ۱۳

لطافت علی خاں عالی ہمم  
لطافت علی خاں کی وہ ذات تھی  
کریم زمان، حاتم وقت تھے  
ہوئے واصل خالق انس و جاں  
کہ تھی سعد آباد کی عزو شاں  
کہ تھا جو دو بخشش کا دریا رواں

دعا ہے یہ حامد حسن قادری کرے ان پر رحمت خدائے جہاں  
سر لوحِ تربت بھی سال وفات یہ لکھو: ”کنور اب ہیں خلد آشیاں“

یہ تاریخ بھی ۲۸ سال کے بعد غفور خاں سنگ ساز کی فرمایش سے لکھی گئی۔  
۱۳۴۰ھ

### تواریخ

”طباعت پسندیدہ دیوان چہارم بنام جام فرید“

۱۳۶۸ھ

”مصنفہ صاحب حال جناب غلام فرید صاحب“

۱۹۴۹ء

اوام اللہ الکریم برکاتہ بانوار حبیبہ

۱۳۶۸ھ

(۱)

دیوان چھپا جناب غلام فرید کا  
اس آئینہ میں ہے رُخ زیبائے معرفت  
تاریخ طبع میں نے یہ لکھی ہے قادری  
”جام فرید میں بھی ہے صہبائے معرفت“

۱۳۶۸ھ

(۲)

دیوان چار میں یہ جناب فرید کا  
جام فرید طبع ہوا ہے تو قادری  
ہے اہل دل کو منبع انوار معرفت  
تاریخ کہیے۔ ”مخزن اسرار معرفت“

۱۳۶۸ھ



(۳)

ہوا شائع کلام باکرامت ہوئی تاریخ: ”فیض بے نہایت“

۱۳۶۸ھ

(۴)

جرعات جام معرفت و فیض ابرنور اشعار ہیں جناب غلام فرید کے  
تاریخ کا ہے مصرع سرشار قادری ”رشحات آب پاک ہیں جام فرید کے“

۱۳۶۸ھ

(۵)

دیدم برکات عارف حق  
دیگر ”رشحات عارف حق“

۱۳۶۸ھ

درجام فرید صاحب کشف  
”رشحات نخیل“ ست تاریخ

۱۹۴۹ء

(۶)

ہے جام فرید میں رُخ یار ہے طبع کلام کی یہ تاریخ  
”طغرائے کمال خوب ہے یہ“

۱۹۴۹ء

### تاریخ امتحان

پرچے ایسے آؤٹ ہوئے کہ خوب فروخت ہوئے  
حفاظت نہ پرچوں کی خود کر سکے بہت آپ بھی ہیں خوش اسلوب واہ!  
کوی اس کی تاریخ پوچھے اگر تو کہدوں: ”فضیحت ہوئی خوب واہ!“

۱۹۴۹ء

۲۵ مارچ ۱۹۴۹ء

### تاریخ جوے شیر

میں نے پاکستان جانے کے لئے پرمٹ کی درخواست کی تھی اس کا انتظار تھا۔

مری ناکامیوں کو دیکھ کر بے چرخ چکر میں  
نہیں ممکن جواب اس گردش تقدیر کا لانا

کروں کیا میں، بجز غم کھانے اور تاریخ کہنے کے  
کہ: ”ہے پرمٹ کا پانا آج جوے شیر کا لانا“

۱۳۶۸ھ

### تاریخ شادی

برادر عزیز، عزیز میاں صاحب سجادہ نشین، خانقاہ نیاز یہ، بریلی کے فرزند اکبر  
حسن سجاد عرف حسن میاں سلمہ کا نکاح آگرہ میں حکیم سید سلطان احمد صاحب  
اکبر آبادی کی ہمشیرہ عزیزہ سے ۲۹ مئی ۱۹۴۹ء ۳۰ رجب ۱۳۶۸ھ کو ہوا۔  
وصل و قرب دل و جاں ہے یہ بھی ہاں مبارک ہو یہ رشتہ مابین  
قادری عقد کی لکھنے تاریخ ”نادر الوقت قران السعدین“

۱۳۶۸ھ

### تاریخ ہوائی جہاز

میں عارضی پرمٹ لے کر ۹ جون ۱۹۴۹ء کو دہلی سے ہوائی جہاز میں لاہور گیا  
اور ۳۰ جولائی کو لاہور سے دہلی آیا۔ ہوائی جہاز مجھے بے حد پسند آیا۔

اڑ چلا عقل رسا پر دیکھو  
آج بے پر کے ذرا پر دیکھو  
”تخت پر یوں کا ہوا پر دیکھو“

آدمی بیٹھے بٹھائے گھر میں  
جو فسانہ تھا، حقیقت ہے آج  
سچ یہ تاریخ ہے طیارے کی

۱۹۴۸ء

(۲)

کردیے پرآں ہوا پر، عقل انسان نے جہاز  
آدمی اڑنے لگے بے پر کے، اسکا کیا جواب

ریل واسٹیم سے، موٹر سائیکل سے، کار سے  
بے نظیر و بے مثال و بے عدیل و لا جواب

اس کو سنتے تھے، اسے دیکھا تو یہ تاریخ ہے  
”اک ہوا پر دیکھنا تخت سلیمان کا جواب“

۱۹۴۹ء

تاریخ ”اوی“

۳۱ مئی ۱۹۴۹ء کے اخبار اسٹینٹس مین میں تھا کہ سر آغا خاں کے فرزند پرنس  
علی خاں کی شادی جو ۲ مئی کو فلم اسٹار ریٹا ہیور تھ سے ہوئی اس کا لندن کے  
اخبارات میں بڑا چرچا ہے۔ ایک اخبار نے اس خبر کے لیے دلچسپ عنوان  
تجویز کیا ہے۔ Rita Hayworth Says Oui to Aly Khan یعنی ریٹا  
ھیور تھ علی خاں سے کہتی ہے ”اوی“ مجھے یہ بات بہت دلچسپ معلوم ہوئی۔  
اخبار نے ہندوستانی عورتوں کا خاص لفظ خوب سوچا۔

نکاح میں جو علی خاں کے آئی مس ہیور تھ  
تو وصل مشرق و مغرب ہوا، مٹا کے دوئی

وہی ہے سال جو لندن پریس کی سرخی  
کہ: ”آج ریٹا، علی خاں سے کہتی ہوگی، اوی“

۱۹۴۹ء

## تاریخ برات

(۱)

شادی کی کیا خوشی جو میسر نہ ہو سکے  
تکلیف خواب و خور سے افاقہ برات کو  
تاریخ ہے، جو سب رہے بھوکے شبانہ روز  
”کچھ بات بھی ہے، تیسرا فاقہ برات کو!“

۱۹۴۹ء

(۲)

مالک ہے، اسے کیا پروا ہے  
بھوکے ہیں براتی کل سے تو ہوں  
بن جائے جان پہ جس کے بنی  
تاریخ ہوئی: ”رزاق غنی“

۱۳۶۸ھ

”بِسْمِ اللّٰهِ الْقَدُّوسِ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی شَانُهُ“

۱۳۶۸ھ

”تواریخ وفات عقیفہ“

۱۹۴۹ء

والدہ صاحبہ ممدوحہ جناب مسرت حسین زبیری

۱۳۶۸ھ

أَنَا بَوَالِي اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ

سورہ زمر ۱۳۶۸ھ رکوع ۲ پارہ ۲۳

کر کے پردہ جہانِ فانی سے  
ان کی اولاد اور خویش و عزیز  
مگر انساں کا بس نہیں چلتا  
نیک بی بی گئیں ہیں جنت کو  
یاد کرتے ہیں ان کی شفقت کو  
جو بھی منظور ہو مشیت کو

رحمت حق ہو، روح پر ان کی  
”قرب خیر النساء وہ پائیں گی“

۱۳۶۸ھ

رکھے پُر نور ان کی تربت کو  
 آئے گا جوش بحر رحمت کو

”سیر خلد بریں میں ہوں گی وہ“

۱۳۶۸ھ

سچ یہ تاریخ ہوگی اے زاہد  
 کہ: ”ملی آج حور خدمت کو“

۱۳۶۸ھ

(پیشکش از طرف زاہد حسن فریدی)

۱۳۶۸ھ

تواریخ وفات

”خواجہ سید محمد امتیاز حسین“

۱۳۶۸ھ

(والد مرحوم جناب سید رضی الحسن صاحب چشتی)  
 رضی الحسن صاحب نے لکھنؤ سے اپنے والد صاحب کے حالات لکھے اور قطعہ  
 تاریخ میں ان کو نظم کرنے کی فرمائش کی۔

خواجہ سید امتیاز حسین  
 کر کے پر وہ جہان فانی سے  
 ان کے مورث ہیں خواجہ اجمیر  
 اک بزرگ ان کے آگئے ایٹھ  
 اتفاقاً گئے سہاور بھی

صاحب امتیاز خلقت میں  
 جلوہ فرما ہیں باغ جنت میں  
 ہیں یہ چشتی نسب میں، نسبت میں  
 تھے وہ جب دورہ سیاحت میں  
 تھا توطن وہاں کا قسمت میں

کشش ایسی تھی ان کی سیرت میں  
جن کی اک شان تھی حکومت میں  
بندگان خدا کی خدمت میں  
علم میں، فضل میں، وجاہت میں  
سب سے ممتاز، حسنِ طینت میں  
فرد ایسے تھے خیر و برکت میں  
کہ تھا مدفن یہی مشیت میں  
لطف حق سے ظلِ رحمت میں  
نور ہی نور ان کی تربت میں

اہلِ قصبہ نے پھر نہ جانے دیا  
عہد تھا یہ رئیسِ بنگلش کا  
پھر سہاور ہی میں رہے وہ بزرگ  
رہی نسل ان کی شہرہ آفاق  
ان میں تھے خواجہ امتیاز حسین  
ایک عالم تھا ان کا گرویدہ  
کانپور ان کو بخت لے آیا  
میں اعلیٰ مراتبِ اُخریٰ  
فضل ہی فضل روح پر ان کی

قادری نے لکھا یہ سال وفات  
کہ ”ہیں قربِ شفیعِ اُمت میں“

۱۳۶۸ھ

(۲)

ہر مہبطِ نورِ خالقِ بندہ نواز  
لکھو: ”یہ ہیں بزمِ خلد میں بھی ممتاز“

۱۳۶۸ھ

یہ تربت پاک امتیازِ ذی شان  
تاریخِ وصالِ محترم، مرقد پر

(۳)

پر نور ہے فضلِ رب سے مرقد سارا  
”جنت میں امتیازِ مسند آرا“

۱۳۶۸ھ

سرتاپا نور تھے جو سید صاحب  
تاریخِ وفاتِ قادری نے لکھی

حضور نمبر  
رسالہ شفق آگرہ

ادارہ مغیث الدین فریدی ایم۔ اے، عبدالصمد خاں تھر ڈاير آرٹس

سینٹ جالس کالج میگزین کا حصہ اردو

مرتبہ حامد حسن قادری

جلد ۲۳ نومبر ۱۹۴۹ء

فہرست

۲	حامد حسن قادری	۱	رشحاتِ غم
۹	مولانا محمد مظفر علی صاحب	۲	پیر جی مولانا ولی محمد صاحب
۱۷	مسٹر مغیث الدین فریدی	۳	میرے حضور
۱۹	مسٹر محمد ضیاء اللہ	۴	تاریخ وفات
۲۰	مسٹر محمد عبدالصمد عثمانی	۵	نظم تعزیت
۲۱	مسٹر مشکور ڈڑانی	۶	نظم تعزیت
۲۲	(۱) مسٹر نواب الدین خاں (۲) مسٹر محمد اسلام اللہ خاں	۷	مولانا ولی محمد خاں

الغفور الودود

۱۳۶۸ھ  
رشحاتِ غم

۱۹۴۹ء

بر  
حادثہ انتقال یگانہ آفاق

۱۳۶۸ھ

”کامل فاضل عصر“، جناب مولانا ولی محمد خاں صاحب مرحوم

۱۳۶۸ھ

۱۳۶۸ھ

نور اللہ رب العالمین مرقدہ بنورہ

۱۳۶۸ھ

عالی منقبت پروفیسر سینٹ جانس کالج

۱۹۴۹ء

(بکاج ملقب باسم پاک ”حضور“)

۱۳۶۸ھ

(۱)

شہز محفل مانا بود شمع اہل فضل  
پاک دل کرم فرما بود شمع اہل فضل

۵۷ ۵۸۱ ۱۲ ۱۳۵۶ فصلی

۱۳۶۸ ہجری

۱۹۴۹ عیسوی

۲۰۰۶ بکرمی

وفات بتاریخ ۲۲ جون ۲۴ شعبان روز چار شنبہ در وطن خود پالی شاہ آباد  
ضلع ہردوئی، اودھ



(۲) کچھ ان میں اس قدر محبوبیاں تھیں  
کہاں ہیں اب جو ان کی خوبیاں تھیں  
۱۳۶۸ھ

وہ ہر دل کو عزیز اور اُن کو ہر دل  
یہ ہے تاریخ صادق اُن ولی پر

(۳)

ثانی و مثل غیر ممکن بود  
فاضل عصر پاک باطن بود  
۱۳۶۸ھ

در فیضائل کہ آں ولی می داشت  
قادر می سال رحلتش بنویس

(۴)

یہ واقعہ ہے، نہ تھے صرف نام ہی کے ولی دلا میں فرد، کرم میں یگانہ تھے بیشک  
جو واقعہ ہے، وہی اُن کا سال رحلت بھی کہ ”وہ ولی تھے، ولی زمانہ تھے بیشک“  
۱۳۶۸ھ

(۵)

ولی محمد سے سیکھو ولا کو  
نہ دنیا کو چھوڑا نہ بھولے خدا کو  
چلا اُن کے سینے سے صدق و صفا کو  
خلوص ان سے ہر دوست، ہر آشنا کو  
کہا ہنس کے لبیک پیک قضا کو  
بقائے ابد جانتے تھے فنا کو  
ولی تھے ”کہاں حزن و خوف اولیا کو“  
۱۳۶۸ھ

ولی خدا تھے ولی محمد  
بڑے باہمہ تھے بڑے بے ہمہ تھے  
ضیا مہر و الطاف کو اُن کے دل سے  
ہر استاد و شاگرد کالج کے مخلص  
ہوئے بولتے چالتے دم میں راہی  
وہ بے شبہ مصداق لایحزونون تھے  
یہ ہے بر محل قادر می سال رحلت

لہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ  
(بیشک خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ وہ غمگین ہوں گے)

### حالاتِ با کمالاتِ حضور

آہ! وہ دوستوں کے دل کا سرور  
صدق و مہر و وفا سے دل معمور  
نشہٴ حُبّ دین میں بالکل چور  
سب برودت دلوں سے ہو کافور  
وہ اثر جس سے سامعین مسحور  
شوخی طینت مگر بہت ہی غیور  
ہو لطیفوں سے اُن کے سب غم دور

ہوئے رخصت ولی محمد خاں  
زندہ دل، پاک نفس، نیک خصال  
فاضلِ عصر و خوش بیان و اعظ  
سن کے تقریر اُن کی گرما گرم  
وہ بیاں جس سے اک سماں بندھ جائے  
پاک باطن، مگر نہ زاہد خشک  
زینت و زیبِ محفلِ احباب

سبق آموز، لطف سے معمور  
بمقام ریاستِ جے پور  
کر کے حاصل مطابق دستور  
نوکری میں رہے نہ پھر معذور  
نوکری کا ملا تھا جب منشور  
لوحِ تقدیر میں جو تھی مسطور  
کہ مسلسل رہے ہیں وہ مامور  
اُن کے فیضان سے رہا بھر پور  
سعی تعلیم اُن کی ہے مشکور  
خدمتِ علم میں سنین و شہور

اُن کے حالات داستانِ عجیب  
عربی فارسی کی کی تحصیل  
جملہ اسنادِ فاضل و کامل  
پھر دیا امتحانِ انگریزی  
اس صدی کا وہ سال تھا دشواں  
خدمتِ اسکول کی سپرد ہوئی  
گذرے پھر سال ایک کم چالیس  
سترہ سال راجپوت اسکول  
اور بائیس سال کالج میں  
خوبی بخت تھی کہ یوں گذرے

ان کو کہتے تھے سب "حضور حضور"  
خوش مزاجی کا تھا وہ جوش و دُور  
حاضری کا یہ اُن کی تھا دستور  
ان کا ڈنڈا یہ تھا بہت مشہور

اہل کالج کے دل میں گھر ایسا  
ان کی باتیں تھیں دلکش و دلچسپ  
بعض شاگرد تھے جو شوخ و شریر  
نام کے آگے اک الف لکھتے

Present P

پی پریزنٹ کی یہ بن جاتا

A Absent

یا یہ بنتا تھا اسیٹ کا اے  
 لڑکے ڈرتے تھے اُن کے ڈنڈے سے  
 ”جوڑ استاد بہ زہر پدر“  
 مہرباں بھی تھے ایسے لڑکوں پر  
 گھر پہنچتے اگر کبھی شاگرد  
 کھاتے خود جا کے ہو شل میں کبھی

ان کو ہوتی جو حاضری منظور

ہوتا ثابت اگر کسی کا قصور  
 کہ نہ آجائے حاضری میں فتور  
 تھا یہ احساس سب کو اور یہ شعور  
 کہ نہ کرتے کسی کا دل رنجور  
 بھیجتے کچھ کھلا پلا کے ضرور  
 چائے اور توس، کیلے اور انگور

اُن کے آنے سے پھیل جاتا نور  
 اُن کے کھانے سے سب کے دل مسرور  
 ربڑی، پوری کہ چٹنی اچھور  
 تھا جب آئس کریم کا دستور  
 کرتے تھے شوق دل سے نظم امور  
 بیڈ منٹن بھی کھیلتے تھے ضرور  
 کھلتے اُن کے بھی جوہر مستور  
 اُن کی تقریر سے برستا نور

بزم اسٹاف کے تھے شمع و چراغ  
 اُن کی باتوں سے سب کو اک تفریح  
 خوب کھاتے پلاؤ ہو کہ پڈنگ  
 خود بھی دیتے تھے پارٹی وہ کبھی  
 تھے جب اسٹاف روم سکریٹری  
 ممبر اسٹاف کے کلب میں رہے  
 ہوتیں جب پارٹی میں تقریریں  
 جب وہ کرتے ”نسیم صبح“ کا ذکر

Morningbreeze

یعنی کہتی تھی مارنگ بریز

جو کچھ اُن کے بیاں میں تھا مذکور

اس میں رہتے تھے پیش پیش ”حضور“  
 مستعد تھے سفر پہ دور سے دور

جاتی پکنک کبھی جو کالج کی  
 سیکری ہو سکندرہ ہو کہ ڈیگ

رہتے ہر طرح شاملِ جمہور  
مات کھائیں کہ دیں، بہت مسرور  
کھلتے تھے کبھی شکارِ طیور

خاطر ان سب کو ان کی تھی منظور  
آتے رس گلے لے کے پیش ”حضور“  
ساتھ ساتھ ان کے چلنے پر مامور  
کہ ظرافت میں وہ بھی ہیں مشہور  
ہیں جو کالج کے آج صدرِ صدور  
تھا کرم کا پر نسل کے ظہور  
دل سے ممنون و حق شناس و شکور

جس کی پہنچی ہوئی تھی شہرت دُور

ہوتی بزمِ ادب بھی واں مذکور  
اس کے ناظم مظفر منصور  
(صدر و خازن ہیں آج زیب قبور)  
اس کی ”پنجمی“ پہ تھے مامور  
اڑ کے بروقت جاتے مثلِ طیور  
اس میں کرتے تھے کوششِ موفور  
کرتے اصلاحِ حالتِ جمہور  
ہوں کلام و طعام جب منظور  
گونہ تھی پیری نیاز و ندور

کھلتے، کھاتے، دل لگی کرتے  
کھیل ان کو پسند تھا شطرنج  
تھے شکاری بھی رکھتے تھے بندوق

ماقہر، انتالی، ٹنڈن و شرما  
کس محبت سے شیودت، ابیکا  
اور مغیث اک عصائے پیری تھے  
رہتی تھی چھیڑ چھاڑ گٹھک سے  
خود تھے مسٹر مہاجن ان پہ شفیق  
رہے معذور ہو کے بھی نوکر  
وہ بھی تھے سب کی مہربانی کے

آگرہ میں تھی ایک بزمِ ادب

#### Directory

ہوتی جب ڈائرکٹری شائع  
صدر اس کے فریدی مرحوم  
خازن بزم سید محمود  
مولوی ولی محمد خاں  
قاصد بزم تھے بڑے پُر جوش  
ان کو تبلیغ دیں بھی تھی تفویض  
کرتے احکامِ شرع کی تعلیم  
دیتے دعوت بھی، کرتے دعوت بھی  
دوست کہتے تھے پیر جی ان کو

رکھتے اس میں بھی تھے وہ درک و شعور  
آگینہ ہوا وہ چکنا چور

کھا کے بھی خوش، کھلا کے بھی مسرور  
خاصکر سردیوں میں تھا دستور  
خود بھی تھا فنِ پخت و پز پہ عبور  
اُن کی مہماں نوازیوں کا ظہور

کہ تجرد سے تھے وہ سخت نفور  
تھے وہ جب نشہ شباب میں چور  
اس لئے تھے نکاح پر مجبور  
روٹیوں سے بھی رہتے پھر معذور  
ہیں ”چہ لگوئیاں“ سمجھ کا فتور  
کہ کسی حق میں کچھ کمی نہ قصور  
کہ خوشی اُن کی ہر طرح منظور  
یہی سعی و عمل تھا تا مقدور  
تھا جو شرع شریف کا دستور  
ملے اک اک کے بدلے سوسو حور

ہم سے وہ دُور، اُن سے ہم مہجور  
اُن کے اخلاق نیک نامحسور  
جیسے جلوے کو تنگ دامن طور  
اُن کے پس ماندگاں اناٹ و ذکور

شغلِ بزمِ اک مقالہ خوانی تھا  
ہو گئی آہ ختمِ بزمِ ادب

تھے وہ مہمان و میزبان اچھے  
کرتے رہتے تھے اپنے گھر دعوت  
نان منگواتے، پائے پکواتے  
کس محبت کے ساتھ ہوتا تھا

شادیاں کی تھیں سات پے در پے  
کبھی ہانکی انھوں نے جوڑی بھی  
گھر کہاں، ہو اگر نہ گھر والی  
نہ ہو بیوی، تو تھے تن تنہا  
یہی مقصد تھا گھر بسانے کا  
بیویوں سے سلوک تھا ایسا  
اُن کے آرام کا خیال ایسا  
گھر لٹادیں خوشی پہ بیوی کی  
کبھی اُس کے خلاف کچھ نہ کیا  
یہ دُعا ہے کہ یارب ان کو وہاں

آہ ایسے عزیز دوست گئے  
اُن کے اوصاف پاک نامحدود  
وصف کو اُن کے، ذکر ناکافی  
یا الہی! رہیں خوش و خرم

رحم فرما بروح مولانا  
 فَاغْفِرِ الذَّنْبَ وَأَقْبِلِ التَّوْبَةَ  
 اُن کے مرقد کو کر دے شیش محل  
 تیرے دربار سے ملے ان کو  
 ان پہ سایہ لوائے حمد کا ہو  
 یاس از رحمت است عین قصور  
 يَا إِلَهَ الْعِبَادِ أَنْتَ غَفُورٌ  
 لطف سے تیرے، تیرا لمحہ نور  
 مژدہ اِنَّ سَعِيَكُمْ مَشْكُورٌ  
 ہوں ترے اولیا میں وہ محشور

قادر نے یہ ان کا سالِ وفات لکھ دیا: ”تھے ولی رب غفور“

۱۹۴۹ء

دل ہے غمناک، آنکھ ہے نمناک  
 حال اور سال ہے ”یہ غم کا وفور“

۱۳۶۸ھ

از

خاکسار حامد حسن قادری

۱۳۶۸ھ

تاریخ پان تمباکو

عزیزی زاہد حسن فروری ۱۹۴۹ء میں کراچی کی نوکری چھوڑ کر چکوال ضلع جہلم کے گورنمنٹ کالج میں اردو کے پروفیسر ہو گئے۔ کالج کے استادوں نے آپس میں عہد کیا کہ تمباکو کھانا پینا چھوڑ دیں اور جو شخص کبھی توہ توڑے وہ جرمانہ میں سب کو دعوت کھلائے۔ زاہد پان میں تمباکو ہمیشہ سے کھاتے ہیں۔ انہوں نے مجھے لکھا تو میں نے بڑی تاکید لکھی کہ ہرگز نہ چھوڑنا اور یہ تاریخ بھی لکھ دی۔ چنانچہ انہوں نے پان نہ چھوڑا دعوت کھلا دی۔

سب مانتے ہیں، ترک ہے عادت کا، عداوت  
 پھر ترک پر اصرار ہے کیا حرکت کالج

عادت جو ہمیشہ سے ہے، قائم ہی رہے وہ  
خوبی سے ادا ہوگی جب ہی خدمتِ کالج

جرمانے میں دعوت جو کھلانا ہو ضروری  
اچھا ہے کہ دلچسپ ہے یہ صحبتِ کالج

مجبور کریں ترک پہ کالج کے جو احباب

یہ رحمت کالج ہوئی یا زحمتِ کالج؟

ہے قادری اچھی یہ فریدی کو نصیحت  
”تمہا کو نہ کر ترک، کھلا دعوتِ کالج“

۱۹۴۹ء

تواریخ

لحدیث پاک قطب اقطاب مولانا شاہ عزیز الرحمن صاحب لکھنوی انار اللہ برہانہ

۱۹۴۹ء = ۵۸۱+

۱۳۶۸ھ

صاحب دل و صاحب سجادہ مولانا شاہِ رحمن بخش

۱۹۴۹ء

(۱)

وہ، جن میں صفاتِ کمالاتِ حق  
وہ اوصاف سب جن کے، آیاتِ حق  
وہ، توحید سے جن کی، اثباتِ حق  
کہ پنہاں ہوا نورِ مرآتِ حق  
کہو: ”وہ ہوئے واصل ذاتِ حق“

۱۳۶۸ھ

عزیزِ جہان و عزیزِ آلہ  
وہ، اخلاق سب جن کے، خلقِ نبی  
وہ، تجرید سے جن کی، سب نفی غیر  
وہ دنیا سے کیا پردہ فرما گئے  
یہ تاریخِ حامدِ حسنِ قادری

(۲)

رتبہ اُنھیں جب کے کیا ملاواہ  
بے پردہ وہ آپ آملہ واہ  
”کھوئی جو خودی، خدا ملا واہ“

ہیں واصلِ حق عزیزِ رحمن  
جو دل میں بسا رہا ہمیشہ  
ہے قادری ان کا سالِ رحلت

۱۳۶۸ھ

تاریخ وصال ۲۲ جمادی الاول ۲۳ مارچ چار شنبہ نومبر میں تاریخیں لکھی گئیں۔

تواریخ وفات عزیز احمد خان صاحب، رامپوری، ویل، بریلی، ایم ایل اے، لکھنؤ  
۶ اکتوبر ۱۲ رذی الحجہ پنج شنبہ کو مرض سرطان میں شفاخانہ لکھنؤ میں انتقال  
فرمایا۔ میرے ۴۰ سال کے دوست تھے۔ اسکول میں ساتھ رہا اور جب سے  
برابر تعلقات رہے۔

(۱)

تراغم اے عزیزِ خاطرِ آشفتهِ حلال ہے  
دوا کیا، اس جگر کے داغ کی، اس دل کے چھالے کی  
ترا یہ سالِ رحلتِ قادری نے سن کے ہاطف سے  
کہا: ”بہجتِ نعیمِ خلد کی تیرے حوالے کی“

۱۹۴۹ء

(۲)

گذری آلام کی شدت تجھ پر  
”ہو اب اللہ کی رحمت تجھ پر“

تو نے دکھ پائے عزیز احمد خاں  
قادری کی یہ دعا ہے تاریخ

۱۳۶۸ھ



(۳)

ازدول یاران نگرودو محو ہرگز مہر تو، گرچہ باشی از بر ماوز نگاہ خلق دُور  
 پچنہیں سال وصال آمدہ با "مصطفیٰ" "اے عزیز خاطر یاراں عزیز راپور"

۱۷۲۰

۲۲۹

+۲۲۹

۱۹۴۹ء

(۴)

چول رفت آل عزیز وطن آل عزیز خلق از حق بہار و باغ و نسیم بہشت یافت  
 ہم سال عیسوی ز "وفات عزیز" شد ایں سال ہجری ست "نعیم بہشت یافت"

۱۳۶۸ھ

۵۸۱

+۵۸۱

۱۹۴۹ء

### تواریخ تمغنا

آگرہ یونیورسٹی نے ۱۹۳۵ء سے قاضی عزیز الدین مالکم بلی گولڈ میڈل کے نام سے ایک انعامی تمغے کا آغاز کیا۔ قاضی صاحب مرحوم وزیر اعظم ریاست دتیانے اس کام کے لئے تین ہزار روپیہ یونیورسٹی کو عطا کئے بی اے کے امتحان میں فارسی اور سنسکرت میں اول آنے والے کو ایک طلائی تمغہ دیا جائے۔ پہلے سال فارسی کو دوسرے سال سنسکرت کو۔ اسی طرح ایک سال بیچ فارسی اور سنسکرت والے کو ملتا رہے۔ اتفاق سے فارسی کے پہلے تین تمغے مسلسل ہمارے کالج میں آئے۔ پھر چند سال بعد دو تمغے اور کالج میں آئے۔ جب حسن میاں کو تمغہ ملا تو میں نے بڑی بیساختہ تاریخ کہی جو مجموعہ تواریخ میں درج ہے یعنی

یا فتم تاریخ: "تمغہ یافتہ"

یافت او تمغہ ز یونیورسٹی

۱۹۳۷ء

پھر میں نے اگلے پچھلوں کی تاریخیں بھی اسی سے پیدا کیں۔

(۱) مجیب احمد انصاری "تمغایافتا" = ۱۹۳۵ء

(۲) ساجد حسن قادری "تمغایافتہ" = ۱۹۳۷ء

(۳) سید تصدق علی "تمغایافتہ" = ۱۹۳۹ء

(۴) خالد حسن قادری "چہ تمغایافتہ" = ۱۹۴۵ء

(۵) سید افروز علی "تمغایافتہ" = ۱۹۴۹ء

جب افروز علی نے تمغاپایا اور سینٹ کالج میں پانچویں بار یہ تمغا آیا تو میں نے اس کی بھی تاریخ کہی اور سب تمغوں کی بھی تفصیل و تاریخ لکھ دی۔ یادداشت اور یادگار کے لئے یہ تفصیل درج کی گئی۔

(۱)

مجید احمد نے، ساجد نے، تصدق اور خالد نے

ثبوت قابلیت امتحانوں میں دیا اچھا

تھے سن ۳۵، ۳۷، اور ۳۹، ۴۵

کہ میڈل لے کے نام ان سب نے ہی پیدا کیا اچھا

ہوئی تاریخ اب افروز کے تمغے پنجم کی

کہ: "تمغے طلائی فارسی کا یہ لیا اچھا"

۱۹۴۹ء

(۲)

جو بی اے کی فارسی میں اول آیا

"پایا ہے یہ افروز علی نے تمغا"

انجام میں تمغے طلائی لایا

تاریخ کا تمغا ہے یہ دل نے پایا

۱۹۴۹ء

## تاریخ ولادت

میرے ۴۰ سال کے دوست مولوی حاجی فیاض الدین صاحب، رام پوری کے فرزند اکبر مولوی ضیاء الدین کے ہاں ۲۴ اکتوبر یکم محرم کو لڑکی پیدا ہوئی۔ یہ پہلا بچہ ہے۔ یکم نومبر کو تاریخ لکھی گئی۔

(۱)

یہ تاریخ فی الفور بہتر ملی کہ ”لطف الہی“ سے ”دختر“ ملی

$$۱۶۵ + ۱۲۰۴ = ۱۳۶۹ھ$$

(۲)

خرم و شاد ضیاء و فیاض  
”منعکس باد ضیاء فیاض“

۱۹۴۹ء

باد از رویت روے دختر  
قادری گفت بتاریخ و دعا

## تاریخ

حادثہ صدمہ مرگ صدمہ برقی

۱۳۶۸ھ

مولوی محمد عسکری صاحب پچھرا یونی، ڈپٹی کلکٹر، بدایوں کا فرزند یگانہ، علی رضا، علی گڑھ میں بی۔ اے میں پڑھتا تھا۔ ۹ ستمبر ۱۹۴۹ء ۱۵/۱۵/۱۳۶۸ھ کو شب میں بجلی کے صدمے سے انتقال کر گیا۔

براحت درجناں ماواے تو باد  
جوار آل ائمه جاعے تو باد  
”نسیم از خلد جاں افزاے تو باد“

۱۳۶۸ھ

شدی ناگہ شہید صدمہ برق  
علی وہم رضا در نام۔ تو جمع  
ہمیں تاریخ رحلت قادری گفت

## تاریخ ”اتفاق محض حوادث“

۱۹۴۹ء

عجب اتفاق ہے، کہ جس روز شب میں علی رضا کا حادثہ ہوا۔ اسی دن آگرہ میں صبح ۹ بجے بجلی کا ایک حادثہ ہوا۔ کوچہ حکیمان کلاں میں قائم علی خان صاحب کے مکان پر کسی کی شادی کا جلسہ نکاح تھا۔ یکایک محلے کا ایک شخص بجلی کے پتھے سے ٹکرا کر بیہوش ہو گیا۔ بجلی کا سخت صدمہ پہنچا تھا۔ گھنٹوں موت و حیات کے درمیان رہا مگر بچ گیا۔ میں نے علی رضا کا حادثہ سننے کے بعد تاریخ کہی۔ یعنی ”وائے حسرت ایک دن حادثے بجلی کے دو۔“

۱۳۶۸ھ

## تواریخ ”آراستگی شکر و شکایت“

۱۹۴۹ء

شاہ فضل حسن خان صاحب صابری مالک دبدبہ سکندری، رامپور سے پچاس سال سے تعلقات ہیں مجھ سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ اپنا اخبار ہمیشہ مجھے بھیجتے ہیں۔ اتفاق سے ۱۹۴۹ء میں کئی مہینے تک ان سے خط کتابت نہ ہوئی۔ انھوں نے اخبار میں اعلان شائع کر دیا کہ قادری صاحب خود اپنی خیریت لکھیں یا کوئی واقف حال اس کا جواب دے۔ مجھے اس پر لطف آیا کہ اعلان کی جگہ آگرہ کو ایک کارڈ مجھے لکھ سکتے تھے کالج میں مجھے ۶ دسمبر کو دبدبہ سکندری ملا۔ ایک تاریخ تو وہیں ہو گئی۔ دوسری گھر آکر لکھی انھوں نے تاریخیں شائع کر دیں۔

(۱)

اخبار میں ہوں وہ خیریت کے جو یا  
کہیے کہ: ”بڑی ستم ظریفی گویا“

۱۹۴۹ء

اک کارڈ نہ آگرہ کو لکھ کر پوچھیں  
ہو قادری، اس لطفی کی اک تاریخ

(۲)

یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے  
کون ان سے بڑھکے اچھا چاہیے  
ان سے لو، گردین و دنیا چاہیے  
”آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے“ (غالب)  
کیجیے ناز اس پہ، جتنا چاہیے  
اس کی اک تاریخ لکھنا چاہیے  
وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

۱۹۴۹ء = ۹۷۴

”چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے“ (غالب)  
کون اچھے؟ وہ جو اہل اللہ ہیں  
ہیں انھیں اچھوں میں اک فضل حسن  
قادری! وہ چاہتے ہیں آپ کو!  
پوچھتے ہیں خیریت اخبار میں  
شامل حال ان کا فیض و لطف ہے  
سال ہے، شامل جو ہے ”فیض مدام“

۹۷۵ء

تاریخ آگرہ

تذکرہ تھا کہ آگرہ کی چار چیزیں مشہور ہیں۔ دری، دال موٹھ، دریائی، درگابائی،  
جیسے ملتان کی گرد، گرما، گدا، گورستان۔ میں نے کہا حروف کی تجنیس و صفت تو  
پیشک خوب ہے لیکن اب تو آگرہ میں دو ہی چیزیں ہیں۔

ازل سے ”سیر تاج کی لطف دال موٹھ کا“

$$۱۳۶۸ = ۱۳۳۰ + ۳۸$$

تاریخ پچھراؤں

کس کس سے ملا رہے تھے ڈانڈا

اک وہ جو تھے مولوی ”بھانڈا“

Cut off

تقوے کی صفیں بھی ہو گئیں صاف

ایسا کیا سب نے مل کے کٹ آف

لو، مار گیا سبھی کو لقوا  
 ہر دم دل و جاں سے تھے خریدار  
 گندم کے عوض یہاں نخود ہیں  
 اس سوڈے میں جائیں بک نہ خود بھی  
 ڈھونڈے سے ملے تو جب کہ ہو بھی  
 بن کر کھیل اب بگڑ گیا سب  
 اب لاد کو کوئی دن میں لادا  
 اللہ ہی ہے اب اس کا بیلی  
 انگلی دانتوں میں اپنے دابی  
 یوں پاؤں جما ہوا اکھڑ جائے  
 انسان قسمت کو اپنی کو سے  
 حامی کون، اب کسے کہے ”ماہ“  
 اک شعر میں اس کا سال لکھوں

دین و دل و علم و فضل و تقوا  
 عشاق میں تھے سمجھوں سے جی دار  
 پلا دیکھا تو دم بخود ہیں  
 ڈر ہے نہ ملیں کہیں نخود بھی  
 بھونرے کی طرح بنیں وہ کو بھی  
 قسمت کا جو تھا نبرٹ گیا سب  
 گھاتوں کے جو وہ ہیں باپ دادا  
 کیسا وہ گلاب، کیا چنبیلی  
 دیکھی جو انھوں نے یہ خرابی  
 حیرت ہے کہ یوں ہوا اکھڑ جائے  
 یوں مٹ جائیں جو سب بھروسے  
 جو ہے، دل میں ہے وہ پشیمان  
 القصہ میں کیا وبال لکھوں

ہر آئینہ ابتری ہوئی ہے = ۹۳۰

سب کی میامری ہوئی ہے = ۶۲۳۹

۱۳۶۹ھ

### تاریخ غالب نمبر

علی گڑھ میگزین کا ”غالب نمبر“ مختار الدین آرزو، ایم اے نے شائع کیا تھا۔ یہ  
 تاریخ پروفیسر علوی صاحب کو بھیجی تھی انھوں نے آئندہ سال اکبر نمبر میں  
 تنقیدوں کے ساتھ شائع کر دی۔

سر سبز نہال آرزوے مختار  
 دیکھا جو کمال آرزوے مختار

گلزار ادب میں قادری، آج ہوا  
 تاریخ ہوئی ”جلوہ غالب نمبر“

۱۳۶۹ھ

اک اور بھی تاریخ اگر ہو درکار  
لو: ”شمع جمال آرزوے مختار“

۱۹۳۹ء

تاریخ نسخہ طبیب

۱۹۳۹ء

یعنی جناب حکیم مطلق و خلاق مطلق

۱۳۶۹ھ

طویل بیماری کے بعد میں نے دودھ اور شہد کا استعمال شروع کیا تھا حقیقت یہ ہے  
کہ دودھ سے بہتر عرق اور شہید سے بڑھ کر شربت کون حکیم مجازی بنا سکتا ہے۔  
میں نے غسل و شیر کا معمول کیا ہے جس کے لئے قرآن میں بھی فیہ شفا ہے  
تاریخ ہے: ”شربت عرق اللہ کا اچھا“

۱۹۳۹ء

۱۳۶۹ھ

تاریخ وفات

مطلوب بیگم مرحومہ اہلیہ شمیم الحسن صاحب، ملازم افواج، آگرہ  
سدھاری خلد کو مطلوب بیگم! جوار رحمت حق تو نے پایا  
یہ لکھا سال رحلت قادری نے ”جھلیں جنت کی حوریں تجھ کو پنکھا“

۱۳۶۷ھ

(یہ تاریخ بھی دو سال بعد لکھوائی گئی)

## تاریخ وفات

وحید زماں جناب نظام الدین صاحب اناراً للہ برہنہ

۱۹۴۹ء = ۱۳۶۹ھ

۱۳۶۹ھ

مرحوم لوہا منڈی میں رہتے تھے۔ نہایت سخت بہرے تھے، مگر بالکل بہشتی میرا قیام بھی اسی محلے میں غالب پورہ میں تھا۔ کبھی راستے میں مل جاتے تو دیر تک روکے رکھتے۔ مرحوم کے صاحبزادے سراج الدین صاحب کی فرمائش سے تاریخ لکھی گئی۔

مرحوم نظام دین و دنیا  
صاحب دل و متقی و زاہد  
جو ان کی صفات تھیں، کہاں اب  
گرویدہ تھے ان کے یار و اغیار  
پہنچے ہیں قریب ربّ و ہاج  
حاصل انھیں نیکیوں کی معراج  
گویا کہ ہے آگرہ ہی تاراج  
وہ سب کے دلوں پہ کر گئے راج  
تاریخ یہ قادری نے لکھی

”پایا ہے وصال ذات حق آج“

۱۳۶۹ھ

## تاریخ اخبار

منظر صدیقی (فرزند اکبر سیماب صاحب اکبر آبادی مرحوم) نے اپنے اخبار ایشیاء کا انسانیت نمبر نکالنا چاہا تو مجھ سے تاریخ کی فرمائش کی ۱۵ دسمبر ۱۹۴۹ء کو لکھی گئی۔

حکم خداے انسانیت ہے  
انسانیت ہے دنیا کی منزل  
ایمان محکم اور سعی پیہم  
صدق و صفا سے، مہر و وفا سے  
انساں برائے انسانیت ہے  
دیں رہنمائے انسانیت ہے  
اس سے بقائے انسانیت ہے  
قائم بنائے انسانیت ہے

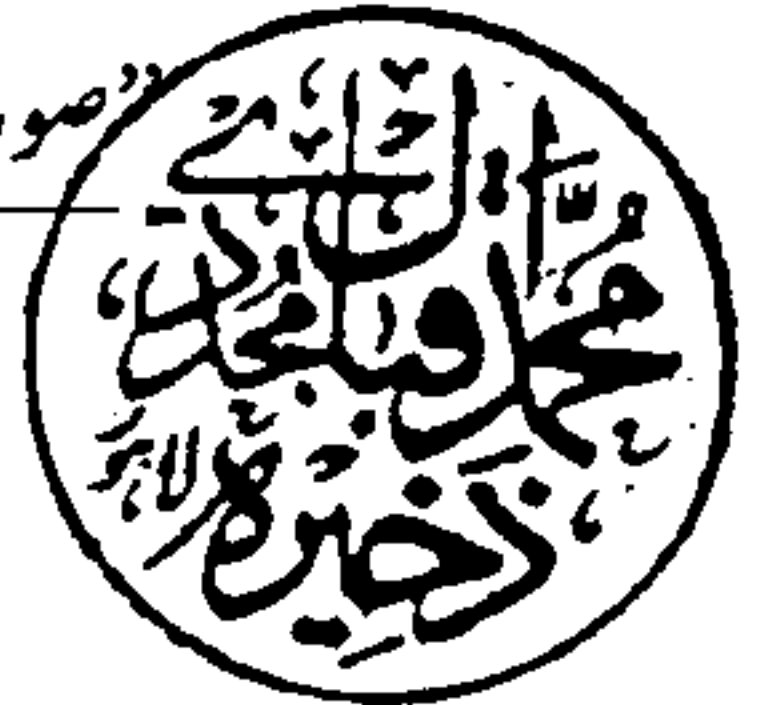


عفت، عدالت، ہمت، مروت  
 لیکن جہاں میں نفسِ بہیمی  
 دنیا میں کتنے انساں ہیں، جن میں  
 حرص و ہوا بھی، مکر و دغا بھی  
 نخوت، تشدد، نفرت، تعصب  
 خلقِ خدا کی خدمت کر انسان  
 خوفِ خدا سے، صبر و رضا سے  
 صد شکر، منظر اور ایشیا پر  
 انسانیت کا یہ خاص نمبر  
 انسانیت ہے سب ایشیا میں  
 یہ دعائے انسانیت ہے  
 گویا بجائے انسانیت ہے  
 سب کچھ سوائے انسانیت ہے  
 وجہ فناے انسانیت ہے  
 کیا ارتقاے انسانیت ہے  
 گر ادعاے انسانیت ہے  
 نور و ضیاء انسانیت ہے  
 ظلِ لوائے انسانیت ہے  
 گویا چلاے انسانیت ہے  
 یہ ایشیائے انسانیت ہے

لو، قادری اب تاریخ اس کی

”صورتِ نماے انسانیت“ ہے

۱۳۶۹ھ



تاریخ ثانی

منظر صدیقی نے اوپر کی تاریخ دیکھ کر پھر فرمائش کی کہ قطعہ تاریخ میں ایشیا  
 کے مضامین اور مضمون نگاروں کا بھی تذکرہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ یہ دوسری  
 تاریخ ۱۰ مارچ ۱۹۵۰ء کو لکھی گئی۔ یہ اسی سال کی تاریخوں میں درج ہونی  
 چاہیے تھی۔ مگر یہیں لکھے دیتا ہوں تاکہ دونوں تاریخیں یکجا رہیں۔

نکلا ایشیا کا خاص نمبر  
 علم بردار ہے انسانیت کا  
 یہ منظر کی ہے ایسی سعی مشکور  
 مقالہ، نظم، افسانہ، رباعی  
 جو قدر و قیمت انسانیت ہے  
 کمال شوکت انسانیت ہے  
 جو زیب و زینت انسانیت ہے  
 ہر اک، اک رایت انسانیت ہے

ہر اک شاعر، ادیب، افسانہ پرداز  
 اثر، سیماب، میکش، راز، اختر  
 بڑی خدمت ہے یہ انسانیت کی  
 یہ ہے آبِ بقا انسانیت کو  
 عظیم الدرجت انسانیت ہے  
 سبھی سے رفعت انسانیت ہے  
 یہ گنج دولت انسانیت ہے  
 یہ خوانِ نعمت انسانیت ہے  
 یہ ہے اے قادری سال اشاعت  
 یہ قدرِ خدمتِ انسانیت ہے

۱۹۵۰ء

تاریخ وفات

بفرمایش شمس الحسن صاحب شمس بریلوی

رتبہ افضال بیگم دیکھنا  
 جان دے کر لی ہے جنسِ مغفرت  
 یہ بہارِ دہر جنت کو ملے  
 لیجیے، کتنی ہی قیمت کو ملے  
 سالِ رحلت: "حورِ خدمت کو ملے"

۶۲۲

# جامع التوارق

۱۳۶۲ھ

نقش سومن تاریخ کلاں

۱۹۴۳ء

بندہ بیوا اظہار حسن کاہر کی شہسبزی حجازی

۱۹۴۳ء

۱۹۴۳ء



بکس انٹرنیشنل

لاہور